Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
October 30, 2025

The Goals and Objectives of the Atheist Movement and Their Prevention in the Teachings of Islam

تحریکِ الحاد کے اہداف و مقاصد اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا تدارک

Yasir Abdullah
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies
Baha Ud Deen Zakariya University, Multan
Email: abdullahyasir471@gmail.com

Ghulam Shabir
Assistant Professor of Islamic Studies
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies
Baha Ud Deen Zakariya University, Multan
Email: ghulamshabirly@gmail.com

Abstract

This study examines the goals and objectives of the athletic movement and gives solutions and principles for its prevention and elimination. Atheism means the denial of God. Atheism is not a new philosophy; its history is very old. Atheism is also mentioned in the Holy Quran and the Holy Hadiths. Because during the time of the Prophet Muhammad (peace be upon him), there were many people who believed in God in one way or another, but the number of people who denied God was very small. David Berman says that the first atheistic work was Baron de Holbach's System of Nature, which was published in 1770. There are many types of atheism, almost all of which deny the existence of God or His attributes. Similarly, its causes include understanding religion on the basis of reason, trying to understand the existence of God or questioning His existence and reading books written on the denial of God. The atheist movement denies religious beliefs, God, messengers, angels, and doctrines, and this movement promotes secularism. Despite this, people of every era have been associated with a religion in some way or another because religion plays a very effective role in the formation, evolution, and progress of human society.

To combat atheism, it is necessary to interpret the injunctions of Islam correctly, to seek the company of scholars, to believe in God instead of questioning him and to avoid overthinking and misinterpretations. Scholars who are aware of scientific theories should respond to atheistic theories with their pens.

Keywords: God, Atheism, Religious, Secularism, Theory of Evolution and Meta Physics

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنا نائب بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور اس کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور آسمانی کتب نازل فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن پاک جیسی عظیم کتاب دی جو رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کا حقیقی سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکامات نازل کیے ہیں اور جو احکامات قرآن پاک میں مطلقاً ذکر ہیں ان کی مزید وضاحت احادیثِ مبارکہ میں کی گئی ہے۔

المنجد کے مطابق الحاد کا لغوی معنی "میلان اور انحراف" کا ہے۔ اصطلاح و عرف میں الحاد کا استعمال مختلف صدیوں میں بدلتا رہا ہے عالم اسلام میں مذہب مانویہ کے ماننے والے کو ملحد و زندیق کہا جاتا تھا۔ ہر وہ شخص جو مذہب اہلسنت والجماعت سے الگ ہوا، الحاد و زندقہ میں داخل ہوا۔ پھر اس خیال میں اور زیادہ پھیلاؤ ہوا۔ یہاں تک کہ اٹھارویں صدی میں ملحد اس شخص کو کہا جانے لگا جو وجود الٰہی کا انکار کرے۔ الحاد ان کا مذہب ہے جو خدا کا انکار کرتے ہیں اور ملحد اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بھی خدا کا قائل نہ ہو۔ الحاد عباسی خلیفہ المہدی کے دور حکومت میں عالم اسلام میں اٹھنے والا ایک فتنہ ہے۔ الحاد کا لغوی معنی "سیدھے راستے سے کترا جانا" تین سے پھر جانا" اور ملحد ہو جانا ہے"۔ اسی طرح لفظ زند ایرانی آتش پرستوں مجوسیوں کی مذہبی کتاب کا نام ہے جس کا بانی زرتشت تھا۔ اصطلاحی معنوں میں الحاد و زندقہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دین اسلام سے پھر جائیں اور راہِ صواب سے ہٹ جائیں۔ تاریخی طور پر اس کا تعلق خلیفہ مہدی کے دور میں چلنے والی اس خلافِ اسلام تحریک سے ہے جو ایرانی مجوسیوں کے ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جنھوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ایرانی قوم پرستی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر یا بے دین فلسفیوں کی کج روی اور تشکیک پر مبنی افکار و نظریات سے متاثر ہو کر ملحدانہ اور زندیقانہ نظریات کو قبول کر لیا تھا۔ وہ اب عربوں اور ان کے لائے ہوئے دین یعنی اسلام کو تنقید و تنقیض کا نشانہ بنا کر اسلامی معاشرے کو اپنی حقیقی بنیادوں سے ہٹا کر ملحدوں اور زندیقوں کے خود ساختہ نظریات کے مطابق ڈھالنا چاہتے تھے۔ مہدی چونکہ راسخ الیقین خلیفہ تھا اس لیے اس نے اس تحریک کے خاتمہ اور بیخ کنی کی بھرپور کوشش کی۔

لادینیت، الحاد، سیکولرازم، لادینیت اور دین سے دوری کی جتنی ممکنہ صورتیں ہیں، کفار نے وہ سب اختیار کر رکھی ہیں، اپنے ایجنٹس اسلامی ممالک میں بھیج کر ہمارے میڈیا پر ان کو "اسلامی سکالرز" باور کروایا حالانکہ ان کا واحد مقصد مسلمان قوم کو خدا، نبی اور قرآن سے کاٹنا اور دور کرنا ہے اور اس کیلئے

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

ضروری ہے کہ وہ اللہ والوں، نبی کے وارثوں اور قرآن کے حاملین سے قوم کو بد ظن کریں۔اس کے تدارک کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے حضور دعائیں کریں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنوں سے حفاظت اور پناہ کی دعا مانگنے کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی مانگتے تھے کہ اے اللہ! جب تو کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر اٹھالینا۔فتنوں سے حفاظت کے دو طریقے ہیں،ایک تو یہ کہ اللہ تبارک و تعالی فتنے کے زمانہ سے پہلے اٹھالے اور دوسرا یہ کہ فتنوں کے زمانے میں ہونے کے باوجود اللہ کریم اپنی رحمت سے فتنوں سے محفوظ فرمادے۔ہم لوگ فتنوں کے زمانے میں موجود ہیں،اس لیے پہلی صورت تو ممکن نہیں البتہ دوسری صورت ممکن ہے کہ ہم اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں اور وہ اپنی رحمت کاملہ سے ہمیں فتنوں سے محفوظ فرمائے۔خارجی وداخلی فتنوں،آپس کے خلفشار اور باہمی تنازعات سے حفاظت کے لیے ہمیں جو اقدامات کرنے چاہئیں دو یہ ہیں۔

اکابر پر مضبوط اعتماد، علماء، فقہاء اور اہل دین سے حسنِ ظن ،کسی صاحب نسبت سے گہرا تعلق اور رجوع الی اللہ کا اہتمام،اہل خیر و صلاح سے مشورہ، اعتدال پسندی، بلا تحقیق بات قبول کرنے یا پھیلانے سے احتراز،ایک دوسرے کا اکرام واحترام، باہمی اختلاف وانتشار یا اس کے اسباب سے پرہیز۔علماء و مصلحین کیلئے ایمان و تقوی، اخلاص و عمل، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر،امت کی اصلاح کیلئے تڑپ، گروہ بندی اور فرقہ واریت سے پرہیز اور علمی فتنوں کی سرکوبی کے لیے ٹھوس علم دین، جدید علم کلام، جدید سائنس، معلومات عامہ، حسن تحریر، شگفتہ بیانی، سنجیدہ و متوازن دماغ، پیہم کوشش اور صالح و موثر لٹریچر کا حصول نہایت ضروری ہے زیر غور آرٹیکل میں تحریکِ الحاد کے اہداف و مقاصد اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا تدارک کا موضوع لیا گیا ہے تاکہ الحاد کے اہداف و مقاصد کو جان کر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا تدارک کیا جائے۔

الحاد کا لغوی مفہوم

اردو لغت فیروز اللغات میں الحاد کا تصور اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ "سچائی کے راستے سے ہٹ جانا"، "دین حق سے منہ موڑ لینا"۔[1] اسی طرح علامہ ابن منظور ء "لسان العرب" میں الحاد کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ "الملحد العادل عن الحق المدخل فیہ مالیس فیہ"[2] ترجمہ: ملحد وہ شخص ہوتا ہے جو حق سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور اس میں وہ شامل کر دیتا ہے جو اصل میں اس کا حصہ نہیں۔امام زجاج الحاد کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"الالحاد فيه الشك في الله"

ترجمہ: الحاد اللہ کے بارے میں شک کرنے کا نام ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق

Atheism is the belief that God does not exist (3)

الحاد اس یقین کا نام ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے۔ الحاد کا اصل مطلب اس عقیدے کا ہونا ہے کہ خدا، رسول اور آخرت جیسی کسی بھی نوع کی تصوراتی بنیادیں موجود نہیں ہیں۔ دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زیادہ تر افراد کسی نہ کسی شکل میں خدا کے وجود کو مانتے تھے۔ ایسے افراد جو خدا کے وجود کو نہیں مانتے تھے وہ بہت کم تعداد میں تھے۔ علامہ راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ

والالحاد ضربان إلحاد إلى الشرك بالله، والحاد إلى الشرك بالأسباب. فالأول ينافي الإيمان ويبطله والثاني: يوهن عراه ولا يبطله (4)

ترجمہ: الحاد دو قسم پر ہے، ایک شرک باللہ کی طرف مائل ہونا، دوسرا شرک بالاسباب کی طرف مائل ہونا۔ پہلی قسم ایمان کے خلاف ہے جو اسے ختم کر دیتی ہے، جبکہ دوسری قسم ایمان کو ختم نہیں کرتی لیکن اس کی قوت کو کمزور کر دیتی ہے۔

میریم ویبسٹر کے مطابق الحاد کی تعریف یہ ہے کہ

A lack of belief or a strong disbelief in the existence of a God or any Gods (5)

ترجمہ: یعنی خدا کے وجود میں یقین کی کمی یا اس کے وجود کو مضبوطی سے نا ماننا۔

اسی طرح جولیان بیگینی نے الحاد کی تعریف ان الفاظ کیساتھ کی ہے کہ ترجمہ: کسی خدا یا بہت سارے خداؤں کو نا ماننے کو الحاد کہا جاتا ہے۔ (6)

الحاد کا اصطلاحی مفہوم

"(7)الميل بها عن الصواب، بأي وجه كان: إما بإنكارها وجحودها، وتكذيب من جاء بها، وإما بتحريفها وتصريفها عن معناها الحقيقي، وإثبات معان لها ما أرادها الله منها"

اس میں حق سے انحراف کرنا کسی بھی طرح سے، یا تو اس کا انکار کر کے، یا جو اسے لائے ہیں انہیں جھٹلا کے یا اس میں تحریف کر کے اور اسے اس کے حقیقی معانی سے ہٹا کر، یا اس کے ان معانی کا اثبات کر کے جو اللہ کا منشاء نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول

" (8)اِلالحاد وضع الكلام على غير مواضعه"

ترجمہ: الحاد کا مطلب ہے کلام کو غلط جگہ پر رکھنا۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

قتادہ کہتے ہیں کہ

"هو الكفر والعناد[9] "

یعنی الحاد کفر و عناد کا نام ہے۔

الحاد ایک اصطلاح کے طور پر 7ویں صدی کے آخر میں یورپ میں پہلی مرتبہ استعمال ہوا، جولن بیجینی لکھتا ہے کہ

"David Berman is struck by how late atheism emerged as an avowed belief system. He claims the first avowedly atheist work was Baron d'Holbach's The System of Nature, published in 1770. [10]

ترجمہ: ڈیوڈ برمن کو حیرت کا سامنا کرنا پڑا کہ کس طرح دیر سے ملحدیت ایک قابل عقیدے کے نظام کے طور پر ابھرا۔ ان کا دعوی ہے کہ پہلا ملحد کام بیرن ڈی ہولباچ کا سسٹم آف نیچر تھا، جو 1770 میں شائع ہوا تھا۔

اصطلاحی طور پر الحاد کے تین بڑے مطلب ہو سکتے ہیں۔

1. ایک نظریہ یا انسان کا وہ رویہ جو خدا کے وجود کی مکمل نفی کرتا ہے۔
2. ایک ایسا نظریہ کہ جس میں خدا کو تو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن اس کی صفات کا انکار کیا جاتا ہے۔
3. ایک ایسا نظریہ جس میں کہا گیا ہے کہ خدا کے وجود کو ثابت کرنا ناممکن ہے یا اس کے وجود کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔

بنیادی طور پر الحاد کی مختلف تعریفیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

فلسفیانہ الحاد

یہ ایک علمی موقف ہے جو خدا کے وجود کو منطقی یا علمی بنیاد پر چیلنج کرتا ہے۔ اس تعریف کے مطابق الحاد کا مطلب خدا کے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات یا بالکل انکار ہوتا ہے۔

عملی الحاد

ایسے افراد جو دینی عقائد یا رسومات کی پیروی نہیں کرتے چاہے وہ خدا کے وجود پر یقین رکھتے ہوں یا نہیں۔ اس تعریف کے مطابق الحاد دینی عمل سے انحراف کا نام ہے۔

نفسیاتی الحاد

کچھ منکرین نے الحاد کو نفسیاتی عمل کے طور پر بیان کیا ہے جہاں ایک شخص خدا یا دینی عقائد سے اس لیے دور ہوتا ہے کیونکہ اسے اپنی زندگی میں ان کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی یا وہ اپنے آپ کو ان سے تعلق کے قابل نہیں پاتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

ثقافتی الحاد

اس تعریف میں الحاد کو ایک ثقافتی یا اجتماعی رویے کے طور پر دیکھا جاتا ہے جہاں معاشرتی یا ثقافتی اثرات افراد کو دینی عقائد سے دور کر دیتے ہیں تاریخی طور پر دیکھا جائے تو ہر زمانے میں الحاد نے شکل بدلی ہے اور ہر زمانے کے رجحانات کے ساتھ الحاد کی ایک نئی صورت سامنے آئی ہے۔ لیکن ہر دور کا الحاد ان مذکورہ بالا نظریات کے دائرہ کار میں رہا ہے۔

قرآنِ مجید میں الحاد کا ذکر

قرآنِ مجید میں بھی الحاد کا ذکر مختلف جگہوں پر کیا گیا ہے، ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے کہ

"إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي ايتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا"[11]

ترجمہ: بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

ابن جریر طبری کے بقول

"إن الذين يميلون عن الحق في حججنا وأدلتنا ويعدلون عنها تكذيبا بها وجحودا لها"[12]

ترجمہ: جو ہمارے دلائل و شواہد میں حق سے منہ موڑتے ہیں اور ان سے منہ موڑتے ہیں ان کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سن کر اور قرطاس دہر پر خدا کی آیات کو نیہ کو دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو واہی تباہی شہادت پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں، یا خود مخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں۔ ایسی چال چلنے والوں کو خدا خوب جانتا ہے[13]۔"

ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ-[14]

اور بہت اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے دور ہوتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر قرآن میں لکھتے ہیں کہ

الحاد کا لفظ یہاں صفات الٰہی کی بے حرمتی کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

(15)عربی میں اگر کہیں "فلان الحد في الحرم "تو اس کے معنی ہونے "استحل حرمتها انتهكها"

يلحدون في اسمانه کے معنی ہوئے جو خدا کی صفات کی بے حرمتی وبے توقیری کرتے ہیں،یعنی اس کے ساتھ ایسی صفات کا جوڑ لگاتے ہیں جو اس کی ذات وصفات کی اہانت کرنے والی ہیں جن سے وہ پاک و برتر ہے اور یہ جو فرمایا کہ ان کو چھوڑوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نہیں مانتے تو ان کا معاملہ خدا کے حوالے کر دو۔ نبی اکرم صلی ﷺ کے دور میں بیشتر وہ لوگ تھے جو کسی نہ کسی صورت میں خدا کو مانتے تھے۔ لیکن چند لوگ ایسے بھی تھے جو خدا کے منکر تھے۔ان کا تذکرہ قرآن کی سورۃ الجاثیہ میں ہوا ہے۔

(وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إلا الدهر وما لهم بذلك مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ) [16]

ترجمہ: اور یہ قیامت کے منکریوں کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیاوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہے ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم کو کوئی نہیں مارتا مگر زمانہ اور ان منکروں کے پاس اپنے اس کہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ لوگ محض خیالی باتیں کیا کرتے ہیں۔

اللہ رب العالمین نے اس دہریت کا جواب یہاں صرف یہ دیا ہے کہ ان حضرات کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ فقط گمان کی بنیاد پر اندازے لگا رہے ہیں۔ عصرِ حاضر کی دہریت کی حقیقت بھی یہی ہے، بلا ثبوت رائے کوئی بھی بنا سکتا ہے، جیسا کہ عہد نبوی کے دہریوں نے بنا رکھی تھی۔

احادیثِ مبارکہ میں الحاد کا ذکر

الحاد کا لفظ حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ

"حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن عبد الله بن أبي حسين حدثنا نافع بن جبير عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال أبغض الناس إلى الله ثلاثة ملحد في الحرم ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ومطلب دم امرئ بغير حق ليهرق دمه۔"(17)

ترجمہ: ابوالیمان، شعیب، عبداللہ بن ابی حسین، نافع بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض (یعنی برے) اللہ کے ہاں تین شخص ہیں، حرم میں ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا اور کسی شخص کا خون ناحق طلب کرنے والا، تاکہ اس کا خون بہائے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں ملحد کا معنی ظلم کے مدمقابل استعمال ہوا ہے۔

الحاد کی اقسام

دور حاضر میں الحاد کی تین نمایاں اقسام پائی جاتی ہیں۔

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

الحادِ مطلق (Gnosticism)

اس سے مراد معرفت یا علم رکھنا ہے، یہ ملحدین کی وہ قسم ہے جو خدا کے انکار کے معاملے میں متشدد ہے۔ یہ لوگ روح، فرشتے، جنت و دوزخ اور مذہب سے متعلقہ روحانی امور اور مابعد الطبعیاتی (Meta Physical) امور کو کسی صورت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس بات کا اچھی طرح علم رکھتے ہیں کہ انسان اور کائنات کی تخلیق میں کسی خالق کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ خود بخود وجود میں آئی ہے اور فطری قوانین (Laws of nature) کے تحت چل رہی ہے۔ اس نقطہ نظر کے حامل لوگوں کو (Gnostic Atheist) کہا جاتا ہے۔[18]

لاادریت (Agnosticism)

اَگناسٹک اس فرد کو کہتے ہیں جو خدا کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے یقین یا علم میں کمی کی کیفیت میں ہو اور کہے کہ مجھے خدا کے وجود کی آگاہی اور ادراک نہیں ہے، وہ در اصل تذبذب کا شکار ہوتا ہے نہ وہ خدا کی موجودگی کا اقرار کرتا ہے اور نہ ہی انکار۔[19]

عہد حاضر میں ملحدین خدا کے حوالے سے شک میں مبتلا رہتے ہیں، ان کے مطابق سائنسی فکر اور غیب پر ایمان یکجا نہیں ہو سکتے لہذا ہمیں اختلاف رائے پر اتفاق کر لینا چاہیے، وہ سمجھتا ہے کہ اگر اسلام آج کے دور میں آتا تو خواتین کا ترکے (وراثت) میں حصہ کم نہ ہوتا۔ گواہی آدھی نہ ہوتی۔ انہیں گھروں میں بند رہنے کو نہ کہا جاتا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا حکم ہوتا۔ پسند کی شادی کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اکیسویں صدی میں آنے والا اسلام غلامی کو برقرار نہ رکھتا، سنگسار کی سزا نہ ہوتی۔ چور کے ہاتھ نہ کاٹے جاتے۔ غیر مذہب کے شہریوں سے جزیہ وصول نا کیا جاتا۔[20]

ملحدین کی جانب سے مذکورہ خیالات کی ترویج کے ذریعے سے ہی الحادی نظریات کو مدد ملتی ہے جو کہ اسلامی تہذیب میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں۔

مبشر علی زیدی اس مکتبہ فکر میں سے ایک ہیں کہتے ہیں کہ

"سائنسی فکر اور غیب پر ایمان یکجا نہیں ہو سکتے لہذا ہمیں اختلاف رائے پر اتفاق کر لینا چاہیئے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اسلام آج کے دور میں آتا تو خواتین کا ترکے میں حصہ کم نہ ہوتا، گواہی آدھی نہ ہوتی، انہیں گھروں میں بند رہنے کو نہ کہا جاتا، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا حکم ہوتا، پسند کی شادی کی حوصلہ افزائی کی جاتی، اکیسویں صدی میں آنے والا اسلام غلامی کو برقرار نہ رکھتا سنگسار کی سزا نہ ہوتی، چور کے ہاتھ نہ کاٹے جاتے، غیر مذہب کے شہریوں سے جزیہ طلب نہ کیا جاتا۔[21]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

(Deism)ڈی ایزم

اس کے ماننے والے خدا کے وجود کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا نے کائنات کو تخلیق کرنے کے بعد اس میں براہ راست مداخلات بند کردی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کائنات قدرتی قوانین کے تحت خود مختاری سے چلتی ہے اور خدا کسی بھی مذہبی عبادت یا رسومات کا موضوع نہیں۔ اگرچہ خدا ہی نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے لیکن اس کے بعد وہ اس سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ اب یہ کائنات خود بخود ہی چل رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس تحریک کا ہدف رسالت اور آخرت کا انکار تھا۔ اس تحریک کو فروغ ڈیوڈ ہیوم اور مڈلٹن کے علاوہ مشہور ماہر معاشیات ایڈم سمتھ کی تحریروں سے بھی ملا۔ انہی تین نظریات کے حامل ملحدین دنیا میں موجود ہیں۔(22)

دنیا کے اہم مذاہب میں دو بنیادی عقائد عام طور پر موجود ہیں، خدا یا پیغمبروں کا تصور۔ یہ عقائد بتاتے ہیں کہ کائنات کو خدا نے تخلیق کیا ہے اور وہی ان کی حکمرانی کرتا ہے، اور انسانوں کو اچھے اور برے کی تمیز کے لیے فطری شعور دیا ہے۔ اس کے علاوہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے عملی نمونے بھی دیے گئے ہیں اور آخرت کا تصور بھی ہے، جہاں اچھے اعمال کرنے والوں کے لیے جنت اور برے اعمال کرنے والوں کے لیے دوزخ ہے۔ دوسری طرف، الحاد یا لادینیت ایک ایسا طرزِ فکر ہے جو خدا پر عدم یقین کو فروغ دیتا ہے۔ الحادیوں کا ماننا ہے کہ خدا، دیوتا یا کسی بھی مافوق الفطرت ہستی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ طرز فکر مذہب کے عقائد کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے اور ان عقائد کو چیلنج کرتا ہے جو خدا اور مذہبی تعلیمات پر مبنی ہوتے ہیں۔

الحاد کے اسباب

الحاد کو جنم دینے والی کئی عوامل ہیں جن کو مختصراً زیر بحث لایا جا رہا ہے۔

منطقی اور عقلی وجوہات

الحاد کے عقلی اسباب کی بات کی جائے تو یہ جان لیں کہ یہ انسانی شعور کی غلط فہمی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ الحاد کے پس پر وہ عقل کا بے مہار استعمال ہے۔ عقل خود مادے کی پیداوار ہے اور مادی قوتوں کے ذریعے غیر مادی ہستی کو سمجھنے کی کوشش کا نتیجہ ہمیشہ ناکامی کی صورت میں نکلا ہے۔ بقول محمد دین جوہر:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 30, 2025

"اگر الحاد کا مرکز ذہن ہو تو اس کے اسباب عقلی ہوتے ہیں، یا دوسرے لفظوں میں الحاد کے اسباب علمی اور عقلی ہوں تو اس کا مرکز ذہن ہوتا ہے۔ عقلی الحاد کا شجرہ نسب براہ راست یورپی تحریک تنویر سے مل جاتا ہے۔ جدید عہد انسانی ذہن کی ایک نئی ساخت سے پیدا ہوا ہے اور اس نئی ساخت کو مسلسل صیقل کرکے یہ عہد خود کو تسلسل دیتا ہے۔ جدید ذہنی ساخت میں "جاننے" کو مرکزیت حاصل ہے اور ماننے کا عمل معیوب و مطرود ہے۔ جس طرح ہوتا اور جاگنا انسانی شعور کا فطری اور معمول کا وظیفہ ہے، اس طرح جاننا اور ماننا بھی انسانی شعور کا فطری معمول ہے۔ ماننے کی قیمت پر "جاننے" کی پرورش کرنا جدید انسان کے ساتھ خاص ہے۔ الحاد ایک جدید موقف کے طور پر اس نئی شعوری ساخت سے جنم لیتا ہے۔[23]

علمی وجوہات

جب سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی ہوتی ہے تو معاشرے کو نئی تحقیقات اور انکشافات کا سامنا ہوتا ہے جو ان کے موجودہ عقائد کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ اس عمل کو "فکری تضاد" کہا جاتا ہے جس میں پرانی روایات اور عقائد نئی تحقیقات کی روشنی میں فکری پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی سے منطقی سوالات کی حکمت عملی کا اثر بھی بڑھتا ہے۔ افراد منطقی بنیادوں پر اپنی فکری اور دینی روایات کو جانچنا پسند کرتے ہیں جو ان کے موجودہ عقائد پر سوالات کھڑے کرتے ہیں اور ان کو اپنے فکری نظریات کی دوبارہ تشخیص کرنے پر مجبور کرتے ہیں جو بعض اوقات عقائد یا مذہبی موضوعات پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ علمی الحاد ایک بہت ہی نادر حالت ہے جب کسی شخص کو علمی طور پر خدا کے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات لاحق ہوں۔ اس میں عام طور پر فلاسفہ اور نظریاتی سائنسدانوں جیسے لوگ ملتے ہیں، جو کہ علمی دلائل اور تجربات کے بنیاد پر اپنی رائے بناتے ہیں۔ خدا کے بارے میں علمی وسوسہ پیدا ہو جانا عام کی بات ہے ان کا حقیقت پر اثر بھی ہوتا ہے۔ لیکن دل میں شک کا گھر کر جانا ایمان کی بنیادوں کو متزلزل کرنے والا عمل ہے۔ یہ ایمان کے منافی ہوتا ہے اور یہ علمی الحاد کی ایک شکل ہے۔

ذہنی الحاد

ذہنی الحاد کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ کثرت سے فلسفیانہ مباحث کا مطالعہ ہے۔ انسان کی ذہنی ساخت ایسی ہے کہ اس کی سوچ اور رویہ ان خیالات پر مشتمل ہوتے ہیں جن کی وہ زیادہ تعلیم حاصل کرتا ہے یا جس کے بارے میں زیادہ مطالعہ کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص تسلسل سے خدا کے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات پر مبنی لٹریچر کا مطالعہ کرتا ہے یا ٹیلی ویژن سیریز دیکھتا ہے تو اس کا ذہن بھی ان موضوعات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اس

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

کے بارے میں سوچنے کی شرح بڑھ جاتی ہے۔اسی طرح اگر خدا کے وجود کے بارے میں شکوک وشبہات پر مبنی مواد کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کا ذہن بھی اس موضوع کی طرف رجحان پذیر ہو جاتا ہے۔

نفسانی الحاد

نفسانی (Sensual) الحاد ہمارے معاشروں میں بڑے پیمانے پر موجود ہے کہ جس میں ایک شخص کو خدا کے وجود کے بارے میں شکوک وشبہات علمی طور پر تولاحق نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی خواہش نفس کے سبب خدا کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرتا ہے۔اس قسم کا ملحد عموماً اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہوتا ہے اور اپنی خواہش کو علم سمجھ رہا ہوتا ہے۔دیسی ملحدوں کی بڑی تعداد ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہے۔خواہش پرست انسان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں موجود ہر رکاوٹ کو ختم کرنا چاہتا ہے،لہذا جب وہ دیکھتا ہے کہ خدا مذہب اور آخرت کے تصورات اس کی خواہشات کی تکمیل میں اس طرح رکاوٹ بنتے ہیں کہ اس کا ضمیر اسے کچوکے لگا لگا کر تنگ کرتا ہے تو وہ ضمیر کی اس علامت سے بچنے کے لیے اپنے زبانی لعن طعن سے اپنے شعور کو اس بات پر قائل کرنے کی ناکام کوشش میں لگ جاتا ہے کہ کوئی خدا، سچا مذہب اور آخرت موجود نہیں ہے۔

مذہبی لوگوں کا غلط رویہ

الحاد کی طرف مائل ہونے کا ایک بڑا سبب مذہبی لوگوں کے غلط رویے بھی ہوتے ہیں جو کہ مختلف امور میں متشددانہ یا دوغلانہ رویہ اپناتے ہیں۔یہ غلط عمل معاشرتی یا سماجی دباؤ کے تحت بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مذہبی فرائض کی ادائیگی میں زبردستی،اختلاف رائے یا عدم برداشت کے باعث افراد کو ظلم اور بے رحمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسے مواقع میں بعض افراد مذہب سے دور ہو جاتے ہیں اور الحاد کی طرف مائل ہوتے ہیں۔مذہبی لوگوں کا غلط رویہ انسانوں کو معاشرتی،روحانی،اخلاقی اور فطری خلجانوں میں مبتلا کرتا ہے،جو کہ انسانیت کے مبادی اصولوں کے مطابق نہیں ہوتا۔اس طرح کے غلط رویے افراد کو مذہب سے دور کرتے ہیں اور انہیں خود کو الحاد کی طرف مائل ہونے کی راہ پر لے جاتے ہیں۔اس لئے مذہبی لوگوں کو اپنے اعمال اور رویے میں نرمی،انصاف،محبت،احترام وتواضع کا مظاہرہ کرنا بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ انسانیت کے اصولوں کو بچانے کے ساتھ ساتھ مذہبی بنیادوں کی حفاظت بھی ہو سکے۔

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 30, 2025

آزمائش

الحاد کا سبب بعض اوقات آزمائش بھی بتلایا جاتا ہے۔ انسان کی زندگی میں مختلف مصائب اور امتحانات آتے ہیں جن کا سامنا کرنا انسان کی ایمانی، روحانی اور ذہنی مضبوطی کی پیمائش کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ان مصائب میں سے ایک آزمائش بھی ہے جس سے انسان کی صبر استقامت، اور ایمان کی طاقت معلوم ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک خاتون پر کوئی آزمائش آئی جو کہ کچھ عرصہ تک جاری رہیں۔ اس مدت میں وہ اللہ سے اس کے ملنے کی دعا کرتی رہی مگر آزمائش ختم نہ ہوئی۔ ایسے موقع پر انسان کے ایمان کا بہت بڑا امتحان ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کی توقعات، امیدیں اور دعائیں کامیابی کی سمت میں نہیں جاتیں، جس سے وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ اس مایوسی کی حالت میں انسان کا ایمان متاثر ہوتا ہے اور وہ خدا کا انکار کرنے کی راہ پر چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس طرح کے مواقع میں انسان کو زندگی کے مختلف حقائق کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کے ساتھ مثبت سوچ کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے۔

میڈیا

میڈیا کا اثر الحاد کے بڑے عوامل میں سے ایک ہے۔ آج کے دور میں میڈیا چاہے وہ سوشل میڈیا ہو، پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا یہ انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ بن گئے ہیں۔ میڈیا کی ترقی اور بڑھتی ہوئی دسترس نے اس کی قوت کو بڑھا دیا ہے۔ میڈیا کا اثر ہر طرف محسوس ہوتا ہے چاہے وہ سوشل میڈیا ہو جہاں لوگ اپنی رائے اور خیالات کو بیان کرتے ہیں یا پرنٹ میڈیا جو اخبارات اور میگزینز کے ذریعے انفارمیشن فراہم کرتا ہے یا الیکٹرانک میڈیا جو ویب سائٹس، ویلاگز اور ٹی وی کے ذریعے آرہا ہو۔ میڈیا کے ذریعے مشہوری حاصل کرنا اور لوگوں کو آگے بڑھانا اب آسان ہو چکا ہے۔ اسی طرح میڈیا کے ذریعے مختلف نظریات اور افکار کو عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، جو کہ ان کی ذہنیت اور روحانیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خصوصاً ڈاکومینٹریز، فلموں اور ٹی وی شوز کے ذریعے الحادی نظریات کو بھرپور طور پر پیش کیا جاتا ہے، جو کہ عوام کے ذہنوں میں شکوک وشبہات کی بیج بونے کا باعث بنتا ہے۔ یورپی میڈیا کے ذریعے فطرتی مظاہر میں شکوک ظاہر کیے جاتے ہیں اور خدا کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے عوام کو مختلف فلسفیانہ اور الحادی نظریات سے واقف کرایا جاتا ہے جس سے ان کے دینی اعتقادات پر شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔[24]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

فلم انڈسٹری

فلموں کا بھی انسانی دماغ پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور ان کے دیکھنے والوں کی شخصیت میں مثبت اور منفی سوچ اور رویوں کا پیدا ہو جانا بہت آسان ہوتا ہے۔ فلمیں معاشرتی اور ثقافتی نظریات پر بھی اہم اثر ڈالتی ہیں اور نئے نقطہ نظرات بھی تشکیل دیتی ہیں۔ خصوصاً ہالی ووڈ کی بہت سی فلموں میں الحاد (Atheism) کو استعمال کیا گیا ہے۔ کچھ مثالیں شامل ہیں جیسا کہ :

"Inherit the Wind." "Touching the Void," "Master and Commander: The Far Side of the World, Crimes and Misdemeanors" اور" "Going Clear: Scientology and the Prison of Belief"

پاکستان میں بھی بہت سے لوگ ہالی ووڈ کی فلموں کو دیکھتے ہیں، خصوصی طور پر وہ لوگ جو انگریزی زبان اور ادب سے وابستہ ہیں۔ پاکستان میں دستیاب مغربی میڈیا چینلز عموماً ایسا مواد پیش کرتے ہیں جو الحادی نظریات کو مضبوط بناتے ہیں۔ BBC اور DW جیسے چینلز بہت ساری کہانیاں پیش کرتے ہیں جو لوگوں کے ذہنوں میں شکوک پیدا کرتے ہیں اور مذہبی اعتقادات سے دور کرتے ہیں۔ خصوصاً وہ لوگ جو مذہبی علم کم رکھتے ہیں اس مواد سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔[(25)]

سوشل میڈیا

سوشل میڈیا بھی بہت بڑی حد تک اس فساد کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوا ہے۔ یہ پلیٹ فارم لوگوں کو ملانے اور اپنے آئیڈیاز ایک دوسرے کے ساتھ شئیر کرنے میں بھرپور مدد فراہم کرتا ہے۔ فیس بک، ٹویٹر، اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر الحاد سے متعلق مضامین کی بہتات دیکھی جاتی ہے۔ فیس بک پر بہت سارے ایسے پیجز ہیں جو الحاد کو فروغ دیتے ہیں، اور ان میں خاص طور پر وہ لوگ شامل ہیں جو پہلے مسلمان تھے اور اب الحاد کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا یہ انداز تنظیم تحقیقی اور علمی بنیادوں پر مبنی ہے اور ان کے مطابق مذہب کے کوئی بنیادی اصول نہیں ہیں۔ وہ مذہب کے خلاف سائنسی توجیہات پیش کرتے ہیں اور مذہب کو سائنس کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔ اور وہ عموماً سوشل میڈیا کے پرائیویٹ گروپس میں مخفی طور پر کام کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا کے اس استعمال کی وجہ سے مذہبی انتقادات میں کمی آئی ہے، اور ان سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی مدد سے

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

الحادی نظریات سماج میں مسلسل ترقی پا رہے ہیں۔ محمد فیصل شہزاد کی تحقیق کے مطابق سوشل میڈیا الحادی نظریات کے اظہار کا سب سے موثر طریقہ ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"ایک عرب اخبار کے مطابق ملحدین نے الحاد کی تبلیغ کے لیے دنیا کے مختلف زونز میں عموماً اور مسلم دنیا کے لیے خصوصی انٹرنیٹ گروپس تشکیل دیے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اس قسم کی الحادی فکر رکھنے والے ۳۹ گروپس ہیں، جن میں سے اکثر کا تعلق فیس بک سے ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق باقاعدہ طور پر پاکستانی نیٹ کی دنیا میں ملحدوں نے ۲۰۰۸ء کے اوائل میں اپنے قدم جمائے اور آہستہ آہستہ اپنا دائرہ عمل بڑھاتے چلے گئے۔ پہلے پہل انہوں نے بلاگ بنائے، جو انٹرنیٹ پر آزادی اظہار کا سب سے مؤثر طریقہ ہے(26)۔"

مغربی تہذیب اور فلسفہ کا مطالعہ

مغربی تہذیب اور فلسفہ کا مطالعہ بھی الحاد کا ایک اہم سبب ہے۔ بہت سارے مسلمان مغربی فلسفے کی تحقیقات اور نظریات کو جاننے اور سمجھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ مذہبی علم میں کم رسوخ کی بناء پر وہ مغربی فلاسفہ کے خیالات اور نظریات کی طرف متاثر ہوتے ہیں۔ فلسفی عموماً دنیا کو اپنے تجربات اور تحقیق کی روشنی میں سمجھتے ہیں اور ان تجربات کی بنیاد پر اپنے نظریات بناتے ہیں۔ مغربی فلاسفہ اکثر ملحد ہوتے ہیں اور ان کے فلسفی اور ادبی کاموں میں مذہبی معتقدات کی عدم شمولیت نظر آتی ہے۔ ان کے فکری اثرات کا تاثر عوام پر بھی پڑتا ہے، اور ان کے نظریات کی اشاعت عام لوگوں کے عقائد اور رویوں کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

سید ابوالاعلی مودودی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب تنقیحات میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"مغربی تہذیب نے جس سائنس اور فلسفے کی آغوش میں پرورش پائی ہے وہ پانچ چھ سو برس سے دہریت، الحاد، اور مادہ پرستی کی طرف جارہے ہیں۔ وہ جس تاریخ کو پیدا ہوئی اسی تاریخ سے مذہب کے ساتھ اس کی لڑائی شروع ہوگئی، بلکہ مذہب کے خلاف عقل و حکمت کی لڑائی ہی نے اس تہذیب کو پیدا کیا۔ لہذا مغربی فلاسفہ کی تحقیقات اور نظریات کا مطالعہ بھی الحاد کا اہم سبب بنتا ہے اور ان نظریات کے اثرات کی وجہ سے کئی لوگ الحاد کی راہ پر چلتے ہیں۔(27)"

مغربی نظام تعلیم کا تسلط

مغربی نظام تعلیم کی بنیاد ہی مذہب بیزاری پر مبنی ہے۔ یہ نظام تعلیم انسانیت کو مذہبی معتقدات سے دور کرنے اور علمی، فکری ترقی کی راہ میں پیش قدمی کرنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان انتظامات تعلیم میں مذہبی تعلیم کو کم اہمیت دی جاتی ہے اور طلباء کو دنیاوی اور مادی چیزوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔(28)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

سید ابوالاعلی مودودی علیہ الرحمۃ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ "جن جن مسلمان ملکوں پر ان کا تسلط ہوا وہاں ان سب کی مشترک پالیسی یہ رہی کہ ہمارے آزاد نظام تعلیم کو ختم کر دیں۔ اسی طرح یہ بھی ان کی پالیسی کا ایک لازمی جزو رہا کہ مفتوح قوموں کی اپنی زبانوں کو ذریعہ تعلیم اور سرکاری زبان کی حیثیت سے باقی نہ رہنے دیں اور ان کی جگہ فاتحین کی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بھی بنائیں اور سرکاری زبان بھی قرار دے دیں۔ اس طریقے سے ان مستعمرین نے ہمارے ہاں ایک ایسی نسل تیار کر دی جو ایک طرف اسلام اور اس کی تعلیمات سے ناواقف، اس کے عقیدو مسلک سے بیگانہ اور اس کی تاریخ وروایات سے نابلد تھی اور دوسری طرف اس کا ذہن، اندازِ فکر اور زاویہ نظر مغربی سانچے میں ڈھل چکا تھا۔(29)"

این جی اوز کا کردار

این جی اوز کا بھی الحاد کے پھیلاؤ میں کردار اہم ہے۔ یہ غیر سرکاری تنظیمیں عوام کو تعلیم، صحت، اور معاشی وسائل کی فراہمی میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ بظاہر ان کا مقصد معاشرتی بہتری اور عدل وانصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات این جی اوز کی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ الحادی نظریات کو فروغ دیتے ہوئے مذہبی اعتقادات کو کمزور کرتے ہیں۔(30)

استعماری غلامی

الحاد کا اہم سبب استعمار کی غلامی بھی ہے۔ جب ایک ملک دوسرے ملک پر سماجی، سیاسی اور معاشی طور پر تسلط اختیار کرتا ہے تو اس کا مقصد عموماً اپنی حکومت واقتدار کو مضبوط بنانا ہوتا ہے۔ اور یہ غلبہ انتہائی سختی سے قائم کیا جاتا ہے اور عوام کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ غلامی کے اس نظام میں دین اور مذہب کو بھی خصوصی طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے۔ پہلے تو استعماری حکومتیں عوام کو ان کے مذہبی اور فکری افکار سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

مذہب کا موہوم تصور

الحاد کے اسباب میں سے ایک اہم سبب مذہب کا جامد اور محدود تصور کا پیدا ہو جانا اور اہل مذہب کی طرف سے اس کو کل دین سمجھنا بھی ہے۔ مذہب کا جامد تصور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مذہبی تعلیمات کو بہت سختی سے اور بغیر کسی تبدیلی کے سمجھا اور پیش کیا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مذہبی رہنما اور پیروکار معاشرتی، علمی اور سائنسی ترقیات کے جواب میں مذہبی تعلیمات کو اپڈیٹ یا تشریح کرنے کے بجائے انہیں اصلی شکل میں برقرار

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

رکھتے ہیں۔اس طرح کا رویہ اکثر معاشرتی تبدیلیوں اور جدید چیلنجز کے ساتھ مذہب کی ہم آہنگی کو مشکل بنا دیتا ہے۔جب مذہب کے ایسے جامد تصور کی اشاعت ہوتی ہے، تو یہ خاص طور پر نوجوان نسلوں کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔نوجوان جو کہ جدید دنیا کے ساتھ گہرائی سے جڑے ہوتے ہیں، جب وہ مذہبی تعلیمات کو اپنی روزمرہ زندگی اور علمی سوچ کے ساتھ مطابقت پذیر نہیں پاتے، تو ان میں شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں۔ان شکوک و شبہات کا بڑھ جانا، بالآخر الحاد کی طرف راغب کر سکتا ہے، جہاں فرد نہ ہی عقائد کو مکمل طور پر ترک کر دیتا ہے۔

بقول ڈاکٹر سعید الرحمن

"یاد رکھیے! جس مذہب نے معاشرے میں سوچنے اور سمجھنے کے دروازے بند کر دیے، جہاں رسم پرستی حرف آخر بن گئی، چند لوگوں کی کہی ہوئی بات کو مذہب مان لیا گیا اور انسانوں کے جذبات کو برانگیختہ کر کے عقل وشعور کو ختم کر دیا وہ مذہب کبھی بھی معاشرے کے اندر پنپ نہیں سکتا۔دنیا کے اندر اس مذہب کے خلاف بغاوت ہوئی ہے کہ یہ وہ مذہب ہے جس نے معاشرے کو تقسیم کیا، سوچوں پر پابندی لگائی، عقل اور شعور کی بنیاد پر ترقی کے راستوں کو بند کیا اور انسانوں کو توہمات اور تخیلات کا پابند کیا اس نتیجہ میں دنیا کے میں لامذہبی دور شروع ہوا۔[31]

اس کے علاوہ جب مذہبی تعلیمات کو بہت سختی سے پیش کیا جاتا ہے، تو یہ معاشرتی تقسیم اور تنازعات کو جنم دیتا ہے۔مختلف فرقوں یا مذاہب کے درمیان سمجھوتہ اور برداشت کی کمی اکثر جامد مذہبی نظریات کی بناء پر ہوتی ہے۔اور یہ معاشرے کے افراد کے درمیان اختلافات کو گہرا کرتا ہے اور اکثر مذہبی منافرت کو بھی فروغ دیتا ہے۔

مذہب کے حقیقی کردار کا فقدان

جب اہل مذہب حقیقی کردار ادا کرنے میں ناکام ہوتے ہیں، خصوصاً علم کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں یا انسانیت کو ظلم سے نجات دلانے میں کردار ادا نہیں کرتے، تو یہ بھی الحاد کے فروغ کا ایک اہم سبب بن سکتا ہے۔مذہبی تعلیمات اکثر اخلاقی اور انسانی اقدار کو فروغ دیتی ہیں، جیسے کہ انصاف، محبت، اور بھائی چارہ۔جب مذہبی رہنما یا ادارے ان اقدار کی حفاظت اور فروغ میں اپنا کردار ادا نہیں کرتے، تو یہ افراد، خاص طور پر نوجوانوں کے دلوں میں مذہب سے بے زاری اور مایوسی پیدا کرتا ہے۔

ظلم کے مقابلے میں خاموشی یا مذہب کے نام پر ظلم کا جواز پیش کرنا نہ صرف انسانیت کے اخلاقی اصولوں کے خلاف ہے، بلکہ یہ مذہب کی حقیقی تعلیمات کے بھی منافی ہوتا ہے۔جب افراد دیکھتے ہیں کہ مذہبی ادارے یا رہنما ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی بجائے، اسے نظرانداز کرتے ہیں یا

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

اس کی حمایت کرتے ہیں، تو ان میں مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح کے شکوک وشبہات کا انجام بہت بار الحاد کی شکل میں نکلتا ہے، جہاں افراد مذہب کو چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ وہ اسے اخلاقی اور انسانی اقدار کی حمایت کرنے میں ناکام پاتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پس منظر میں لکھا ہے کہ

"لہذا اگر تم نے اپنے ملک کے تباہ حال اور تنگس طبقوں کی خبر نہ لی اور انہیں اس حال میں رہنے دیا، جس میں کہ وہ صدیوں سے جان توڑ رہے ہیں، اور تمہارے اوپر کے طبقے حسب سابق جونک بن کر ان کا خون چوستے رہے اور ان کو تم نے اب بھی اس بھوک، جہالت، ذلت اور عفونت کی دلدلوں میں بدستور مرنے اور سڑنے دیا، تو یاد رکھو کہ انقلاب کا یہ لادینی فلسفہ جو آگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل رہا ہے تمہارے ملک کے ان بدنصیب طبقوں کو دوسرے ملکوں کی طرح تمہارا اجانی دشمن بنادے گا اور اگر تمہاری غفلت سے ان کی دشمنی کی آگ بھڑک اُٹھی تو اس کے شعلے تمہیں جلا کر خاک کر دیں گے، لیکن اس کے ساتھ تمہارے علم کلچر اور مذہب کی بھی خیر نہ ہوگی"۔(32)

ظالمانہ نظام کا تسلط

اس خطہ پر ایک غلط اور ظالمانہ نظام کے تسلط کی وجہ سے یہاں کا معاشرہ بہت زیادہ اونچ نیچ کا شکار ہو گیا ہے۔ آئے دن غربت، بھوک اور مہنگائی کی وجہ سے خودکشیاں بڑھ رہی ہیں، جعلی ادویات، زہریلی خوراک، آلودہ فضا اور گوناگوں سماجی مسائل کی وجہ سے موذی امراض اور شرح اموات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور طبقاتی تمدن کی وجہ سے بے حیائی، بداخلاقی، بددیانتی وغیرہ نے معاشرے کو حیوانیت کے گڑھے میں گرادیا ہے اور ملک کے مقتدر طبقے اور اشرافیہ کی عیاشیاں، شاہ خرچیاں، کرپشن اور دولت کی لوٹ کھسوٹ کے عمل نے سماج کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ قوم پر قرضوں اور بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ ان سے قوت لایموت بھی چھین رہا ہے۔ دولت چند خاندانوں کی لونڈی بن کر رہ گئی ہے۔ قانون پر عملدرآمد مکڑی کے جال کی طرح ہے۔ ایسے میں قوم تمام سیاستدانوں اور سیاسی پارٹیوں سے مایوس ہو کر جب مذہبی طبقے کی طرف دیکھتی ہے تو یہ یا تو مقتدر طبقوں کی حمایت اور وکالت میں پیش نظر آتے ہیں یا چند رسوم اور مذہبی اعمال کو دین سمجھ کر اور اجتماعی معاشرتی مسائل کو دنیا سمجھ کر ان سے کنارہ کشی کیے ہوئے ہیں یا پھر فروعی اختلاف، عقائد کے جھگڑوں اور فرقہ وارانہ جنون اور تشدد پسندی کو مذہب وملت کی خدمت سمجھا جارہا ہے ان حالات کی وجہ سے چونکہ ظالمانہ نظام ہی مضبوط ہو رہا ہے اس لیے عموماً مذہب سے بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔(33)

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 30, 2025

تو لہٰذا علماء امت پر فرض ہے کہ وہ فرقہ وارانہ لڑائیوں سے احتراز کر کے دین اسلام کی حقیقی اور جامع تعلیمات سے روشناس ہو کر انسانیت کی ترقی کے لیے کردار ادا کریں اور دین کا حقیقی نظریہ وہی ہے جو رنگ، نسل اور مذہب کی تفریق سے بالاتر ہو کر تمام انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ "لوگوں کو بجائے مذہبی لڑائی کے اب زمیندار کاشت کار اور سرمایہ دار وغیرہ سوالات پر لڑنا چاہیے اس سے مذہب کو بدنام کرنے کا قصہ ختم ہو جائے گا ورنہ یہ خیال رہے کہ مذہب بدنام اب تو ہے اور بھی ہو جائے گا۔[(34)]

مزید فرماتے ہیں کہ

خیال ہے کہ ہندوستان (ہندوپاک کی اگلی نسلیں) یہ دیکھ کر کہ مذہب آپس میں نفاق کا موجب ہے مذہب کو ہی خیر آباد کہہ دیں گی۔ حالانکہ مذہب نفاق نہیں سکھاتا یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے جو نفاق سکھا رہی ہے۔[(35)]

تاریخی طور پر الحاد ہر زمانے میں مختلف صورتوں کے ساتھ موجود رہا ہے۔ قرآن مجید میں بھی الحاد کے مختلف روایات کا ذکر ہے، جو مختلف مواقع پر اپنی صورتیں بدلتے رہے ہیں۔ الحاد کے مختلف رویوں کی مثالیں مذکور ہیں جن میں سائنسی، فلسفی، سماجی، اقتصادی، اور سیاسی جوہر شامل ہیں۔ موجودہ دور میں الحاد کا موضوع خدا کی وجودیت پر مبنی ہے، جو ایک بڑی تحولی فکری ترقی کی علامت ہے۔ موجودہ الحاد میں خدا کی ذات کا مکمل انکار ہے، جو کہ اصل میں تاریخی نظریات کا پیش خیمہ ہے۔ مختلف فلسفیوں نے اپنے دور میں ان نظریات کو پیش کر کے خدا کی ذات و مذہب پر شکوک و شبہات کی بنیاد رکھی۔ موجودہ دور میں، اس نظریہ کو سائنس کی مکمل تائید حاصل ہوئی ہے، جس کی وجہ سے یہ کافی مقبول ہوا ہے۔ سائنس کے ترقیاتی اداروں کی تحقیقات نے خدا کی وجودیت کے حوالے سے بہترین دلائل فراہم کیے ہیں، جو کہ موجودہ الحاد کی مضمونی بنیاد ہیں۔ میڈیا کا بھرپور استعمال اس نظریہ کی تشہیر میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ مختلف میڈیا پلیٹ فارمز پر الحاد کے موضوعات پر بحث، تبادلہ خیال، اور تشہیری مواد دستیاب ہیں، جو لوگوں کی ذہنیت پر اثر ڈال رہے ہیں۔

الحاد کا تاریخی پس منظر

الحادی فلسفہ کوئی نیا نہیں ہے، اس کی تاریخ بہت پرانی ہے، نمرود کا حضرتِ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے کہنا کہ (انا احيي واميت)"[(36)] میں زندہ بھی کرتا ہوں اور مارتا بھی ہوں" اور فرعون کا "أنا ربكم الأعلى "[(37)](کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا نعرہ بھی دراصل نظریہ الحاد کی سوچ کو تقویت دیتا ہے۔۔ قرآنِ مجید میں الحاد کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا۔[38]

جو لوگ ہماری آیات کو الٹے معنٰی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمان بدوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ

"مغرب میں نطشے نے الحاد کو اس چیز سے تعبیر کیا ہے کہ خدا مر گیا ہے، اور الحاد یونانی میں اس کو اس چیز سے تعبیر کیا جاتا تھا کہ خدا ایک مقدس مقام پر رہتے تھے وہ مر چکے ہیں، اور الحاد عربی میں اس اس چیز سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ نبوت اور انبیاء کی فکر مر گئی ہے۔[39]"

اس سے معلوم ہوا کہ الحاد ہمیشہ انسانی معاشروں میں رہا ہے لیکن یہ کبھی قوت نہیں پکڑ سکا۔ کیونکہ دنیا بھر میں یا تو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے متبعین، ایک اللہ کو رب ماننے والے غالب رہے یا پھر شرک کا غلبہ رہا۔ چند ملحد فلسفیوں کو چھوڑ کر تاریخ میں انسانوں کی اکثریت ایک یا کئی خداؤں کے وجود کی بہر حال قائل رہی ہے۔ قدیم زمانے میں مذہب کے مقابلے میں الحاد دہریت کا پھیلاؤ اس لیے بھی کم رہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالی کے پیغام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اور ان انبیاء کے مقابلے میں مشرکین اور منافقین اپنی زور آزمائی میں کبھی پیچھے نہیں رہے۔[40] بڑے مذاہب مثلاً بدھ مت کے ہاں اگرچہ خدا کا کوئی واضح تصور نہیں پایا جاتا تاہم دیوتاؤں پر بدھ مذہب کے ماننے والے بھی یقین رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ دنیا میں چند فلسفی ایسے بھی گزرے جنہوں نے خدا کی وحدانیت کو مختلف صورتوں میں تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طور پر ڈیکارٹ کا تصور وحدانیت یہ ہے کہ

"میں ایک کامل و اکمل ہستی کا تصور رکھتا ہوں جو ایک ایسے جوہر کی حیثیت رکھتی ہو جو لا متناہی، ازلی و ابدی، قائم بذات اور غیر محتاج ہو اور میرے علاوہ تمام دیگر اشیائے کائنات کا خالق ہو۔

خلاصہ یہ کہ الحاد کے ادوار کو ہم مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

قدیم دور

الحاد کے آثار و علامات ہمیں تاریخ کے ہر دور میں ملتے ہیں۔ کیونکہ جس دور میں اگر الحاد کا جائزہ لیا جائے تو روحانی استدلال کے مد مقابل شیطانی استدلال پیش کرنے والے افراد بھی اس دنیا میں موجود تھے۔ چناچہ تخلیق آدم کے دوران ابلیس کا انحرافی نقطہ نظر الحاد کے آغاز کا سبب تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ

"وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ[41]"

ترجمہ: اور ہم نے جب فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اور وہ کافروں میں سے تھا۔

OPEN ACCESS
CC BY

قرآن مجید کی اس آیت سے بات بالکل واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلی انحرافی سرگرمی کا آغاز ابلیس کے سبب ہی وقوع پذیر ہوا۔

یونانی دور

یونانی دور میں بھی بہت سے افراد ایسے تھے جو ایک سے زائد علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ان میں ارسطو، افلاطون اور دیگر شخصیات نے تصور الہ کے حوالے سے اپنے نظریات پیش کئے ہیں۔ لیکن اس دور میں مذہب کے مدمقابل فلسفیانہ عناصر زیادہ موجود تھے۔ اس طرح یونانی دور میں فلسفیانہ عقائد کو بہت پذیرائی ملی کیونکہ اس دور میں ہر بات عقل کے پیش نظر ہوتی تھی جس کا واضح ثبوت تاریخ کی کتابوں میں ہمیں ملتا ہے۔ یونان میں الحادی فکر کے حوالے سے سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یونانی فکر لاتعین اور فرسودہ خیالات کے علاوہ کچھ نہ تھی۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یونانی فکر وجود کی منزل سے کبھی آگے نہیں جا سکا۔ اسلامی اصطلاح میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یونانی مفکر عالم حیرت سے اوپر نہیں اُٹھ سکے۔[42] خدا کے متعلق یونانی مفکر ارسطو کا عقیدہ یوں نقل کیا گیا ہے: "وہ ایک قوت متن عیسیٰ ہے، جو تمام اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن در حقیقت نہ وہ خالق ہے اور نہ خلق وخلقت سے اسے کوئی تعلق ہے۔

رومی دور

رومی دور کے حالات وواقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رومی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی اپنے مذہب و عقائد میں راسخ الایمان نہ تھے اور در حقیقت وہ اس بارے میں معذور بھی ہیں۔ اس لیے کہ جو مشرکانہ اور توہم پرستانہ مذہب روم میں رائج تھا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ رومی علم میں جس قدر ترقی کرتے جائیں اور ان کے دماغ روشن ہو جائیں۔ اتنی ہی اس مذہب کی بے توقیری اور اس کی عظمت میں کمی واقع ہو جائے۔

جدید دور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک الحاد مختلف شکلوں میں چلتا رہا۔ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں بہت سی تہذیبیں اسلامی عقائد کے زیر اثر چلی گئیں۔ اس دور میں بہت سے ایسے فلاسفر و حکماء پیدا ہوئے جنھوں نے مذہب کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا۔ تاہم بیسویں صدی میں مغربی تہذیب میں ایک بار پھر سے الحادی تفکرات ابھرنے لگے۔ دراصل مغربی تہذیب کا نسبی تعلق یونانی اور رومی

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 30, 2025

تہذیب سے ہے۔ان دونوں تہذیبوں نے اپنے ترکہ میں جو سیاسی نظام اور اجتماعی فلسفہ اور عقلی و عملی سرمایہ چھوڑا وہی اس کے حصے میں آیا۔اس کے سارے رجحانات اور خصوصیات اس کو نسل در نسل منتقل کیے ہوئے ہیں۔یونانی تہذیب مغربی تہذیب کا سب سے پہلا اور واضح نمونہ تھی۔یہ وہ پہلا تمدن تھا جو خالص حسی فلسفہ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا اور یونانی قوم ایک مخصوص نظریہ تمدن کے علمبردار کی حیثیت سے دنیا پر چھاگئی۔مسلمانوں کے عروج کے ساتھ اس تمدن کو بھی زوال آیا مگر یہ دنیا سے نیست و نابود نہ ہوا اور اکیسویں صدی میں یہ ایک نئے انداز سے جلوہ گر ہوا۔

دورِ نشاۃ ثانیہ:(چودھویں تا سترویں صدی عیسوی)

نشاۃ ثانیہ (Renaissance) قرون وسطیٰ کے دور سے ماڈرن دور کی منتقلی کا اہم دور تھا۔اس دور میں فنون،سائنس،ادب،اور فلسفہ میں بے پناہ ترقی ہوئی،اور انسانی زندگی کا مرکز مذہب سے ہٹ کر زیادہ دنیوی اور انسانی معاملات کی طرف منتقل ہوا۔اس منتقلی نے معاشرتی ڈھانچے،سیاست،اور معیشت کو بھی متاثر کیا۔روایتی اقتدار کے مراکز، جیسے کہ چرچ اور بادشاہت کے اختیار میں کمی آئی اور ایک زیادہ جمہوری اور منقسم طاقت کا نظام بروئے کار آیا، جس میں علمی اور فنون کے ماہرین کے لئے زیادہ احترام اور مواقع موجود تھے۔مولانا تقی امینی اس کے متعلق اپنی کتاب "لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر میں رقمطراز ہیں کہ "نشاۃ ثانیہ کی تحریک نے ذہنی وفکری حد نظر کو وسعت دے کر دلوں میں علمی شوق کا جذبہ موجزن کر دیا تھا لیکن صرف دنیوی زندگی کو مقصود بنا کر اس کو مرکزی حیثیت دے دی تھی۔[43]تحریک نشاۃ ثانیہ نے ذہنی وفکری حد نظر کو وسعت دی اور علمی شوق کو فروغ دیا۔اس دور میں انسانوں نے مذہبی حدود سے آزاد ہو کر دنیا اور کائنات کو سمجھنے کی کوشش کی، جس سے علمی تحقیقات اور ایجادات میں بے مثال اضافہ ہوا۔اس دور کے دوران دنیوی زندگی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی اور اسے مرکزی حیثیت دے دی گئی، جس سے ممکنہ طور پر مذہب اور روحانیت کے اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا گیا۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی

اٹھارویں صدی کے دوران یورپ میں مذہب کے خلاف ایک جارحانہ مخالفت دیکھی گئی، جس کا بنیادی سبب سائنسی انقلاب اور عقلیت پسندی کا فروغ تھا۔اس دور میں بہت سے مفکرین نے مذہبی عقائد اور اداروں پر سوال اٹھایا جس سے الحادی نظریات کو تقویت ملی۔[44]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

انیسویں صدی میں، چارلس ڈارون (Charles Robert Darwin) کے نظریہ ارتقاء نے سائنسی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ ڈارون کا نظریہ ارتقاء، جو کہ اس کی مشہور کتاب " On the Origin of Species " میں پیش کیا گیا تھا، نے انسانی زندگی کی اصل اور ترقی کے بارے میں روایتی مذہبی عقائد کو چیلنج کیا۔ یہ نظریہ ارتقا مذہبی عقائد خصوصاً تخلیق کے نظریات کے براہ راست مقابلہ میں آیا۔ ڈارون کے نظریہ کو اکثر ملحدین نے اپنے نظریات کی حمایت میں استعمال کیا، اور یہ تصور کیا گیا کہ نظریہ ارتقاء مذہب کی متبادل تشریح فراہم کرتا ہے۔ تاہم یہ سمجھنا ضروری ہے ڈارون خود ملحد نہیں تھا اور ان کا نظریہ بنیادی طور پر ایک سائنسی نظریہ تھا نہ کہ ایک الحادی فلسفہ۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے فلسفیانہ اور نظریاتی پہلوؤں نے خاص طور پر الہامی ادیان کے بنیادی عقائد جیسے وجود باری تعالی، رسالت اور عقیدہ آخرت پر سوالات اٹھائے۔ اس سے بہت سے تعلیم یافتہ افراد، خاص طور پر وہ جو سائنسی میدانوں میں مہارت رکھتے تھے، مذہب سے بیگانہ ہو کر ملحد ہو گئے۔ لیکن یہ بات شک سے بالا تر ہے کہ فکری میدان میں الحاد کو اسلام کے بارے میں متوقع کامیابی حاصل نہ ہو سکی البتہ عیسائیت کے مقابلے میں الحاد کے موقف کو زیادہ قبولیت ملی، خاص طور پر مغربی دنیا میں، جہاں انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران سیکولرزم اور عقلیت پسندی کی تحریکات نے مذہبی عقائد اور اداروں کو بڑے پیمانے پر چیلنج کیا۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے اس تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا، کیونکہ یہ نظریہ تخلیق کائنات کے براہ راست مقابلہ میں آیا اور بہت سے لوگوں کے لیے علمی اور فلسفیانہ بنیاد فراہم کی، جس نے انہیں مذہب سے دوری اختیار کرنے کی طرف راغب کیا۔

انیسویں صدی میں الحاد مزید پھیلا۔ بڑے بڑے ملحد مفکرین جیسے مارکس، اینجلز، نطشے، ڈرخم اور فرائڈ نے سائنس اور فلسفے کی مختلف شاخوں کے علم کو الحادی بنیادوں پر منظم کیا۔ ان میں سے مارکس اور اینجلز ماہر معاشیات(Economists)، نطشے ماہر فلسفہ (Philosopher) اور فرائڈ ماہر نفسیات(Sociologist) تھے۔، ڈرخم ماہر عمرانیات (Psychologist) تھے۔[(45)]

ہارون یحییٰ الحاد کی ترویج کے حوالے سے ڈارون کا کردار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" الحاد کو سب سے زیادہ مدد ماہر حیاتیات (Biologist) چارلس ڈارون سے ملی جس نے تخلیق کائنات کے نظریے کو رد کر کے اس کے بر عکس ارتقاء (evolution) کا نظریہ پیش کیا۔ ڈارون نے اس سائنسی سوال کا جواب دے دیا تھا جس نے صدیوں سے ملحدین کو پریشان کر رکھا تھا۔ وہ سوال یہ تھا کہ انسان اور جان دار اشیا کس طرح وجود میں آتی ہیں؟ اس نظریے کے نتیجے میں بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ فطرت میں ایسا

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

آٹومیٹک نظام موجود ہے جس کے نتیجے میں بے جان مادو حرکت پذیر ہو کر اربوں کی تعداد میں موجود جان دار اشیا کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بے جان مادہ کو حرکت دینے والی ایک ذات موجود ہے اور وہی ذات خالق کائنات ہے، پہلی جاندار اشیاء اور پہلے انسان کو بھی اس نے پیدا کیا۔[46]

خدا کے تصور کے منکر سائنسدانوں میں ایک بڑا نام اسٹیفن ہاکنگ کا بھی ہے۔ جو ۱۹۴۲ میں انگلینڈ میں پیدا ہوئے، سائنس کی دنیا میں اپنی منفرد شخصیت کے لئے مشہور تھے۔ان کی منفردیت کی ایک بڑی وجہ ان کو فالج کی بیماری تھی، جس نے ان کے جسمانی حرکت اور بولنے کی صلاحیت کو محدود کر دیا تھا۔ باوجود ان تمام چیلنجز کے ہاکنگ نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی آنکھوں اور پلکوں کے ذریعے کمپیوٹر کا استعمال کرتے ہوئے سائنسی دنیا کو نئے تصورات سے روشناس کروایا۔

تخلیق کائنات کے تصور کے بعد اسٹیفن ہاکنگ خدا کے بارے میں گفتگو کرتا ہے کہ ہمیں خدا کے تصور کی ضرورت اس وقت تھی جب سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اور ہم کائنات کی توجیہ کے لیے خدا کے تصور کا سہارا لیتے تھے، اب ہم سائنس کے نظریات و حقائق کو جانتے ہیں اس لیے ہمیں خدا کے تصور کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ میں الحادی نظریہ کو تقویت دراصل نظریہ ارتقاء کی وجہ سے ملی ہے۔ سید جلال الدین عمری اپنے مقالے میں لکھتے ہیں کہ "زمانہ جدید نے کائنات کی جو توجیہ کی وہ خدا کے تصور سے خالی ہے، اس نے کہا اس کائنات کا کوئی خالق ہے نہ مالک، یہ محض مادہ کا ظہور ہے مادہ ہی اس کا خالق ہے، مادہ ہی نے اتفاق سے ایک نامعلوم عرصے میں مختلف سیاروں اور ستاروں کی شکل اختیار کر لی۔ اس میں یہ ہمارا نظام شمسی بھی داخل ہے، یہاں پائی جانے والی ساری جاندار اور بے جان چیزیں اور خود انسان کا وجود بھی اس اتفاق کا کرشمہ ہے، اس زمین و آسمان میں نہ کہیں خدا کا وجود ہے اور نہ اسے ماننے کی فی الواقع کوئی ضرورت ہے۔[47]

کائنات کی یہ توجیہ ہی وہ مادہ پرستانہ سوچ ہے جو کہ عقل سے ہی متصادم ہے اور اس حوالے سے روز مرہ کے معاملات ہی یہ سمجھانے کے لیے کافی ہیں کہ ایک چھوٹی سی گھڑی کی سوئی بغیر کسی سیل کے آگے نہیں بڑھ سکتی تو اتنی بڑی کائنات کو چلانے کے لیے ایک مادہ کو خدا کے برابر لانے کا تصور کیسے کر لیا گیا ہے۔

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

موجودہ الحاد

موجودہ دور سے پہلے کے الحاد کی مختلف شکلوں اور اس کے پرچار میں فلاسفہ، سائنسدان، اور دیگر مفکرین کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان مفکرین نے اپنے علمی مطالعہ اور تحقیق کی بنیاد پر الحاد کے مختلف نظریات کو پیش کیا۔ موجودہ دور کے ملحدین نے میڈیا اور سائنسی ترقی کو اپنے نظریات کی تشہیر اور اپنی حمایت میں دلائل کے طور پر استعمال کیا۔ انہوں نے کتابیں لکھیں، جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئیں، اور ان کے نظریات کو وسیع پیمانے پر پھیلایا گیا۔ بڑے سیمینارز اور کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا، جہاں سے ان کے نظریات ہر ایک تک پہنچے۔ اس کام میں بے انتہا سرمایہ خرچ کیا گیا جس سے الحاد کا نظریہ دنیا بھر میں مقبول ہوا اور جارحانہ انداز میں مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ مقابلہ کرنے لگا۔ اور جدید ملحدین نے سب سے زیادہ اسلام کو نشانہ بنایا ہے۔[(48)]

موجودہ دور کے الحاد کی تحریک میں، "چار گھڑ سوار (Four Horsemen)" کے نام سے مشہور چار شخصیات کو خاص طور پر شہرت ملی ہے۔ وہ چار شخصیات یہ ہیں.

1. رچرڈ ڈاوکنز (Richard Dawkins) جو کہ موجودہ الحاد کا فرنٹ مین ہے ایک معروف ارتقائی حیاتیات دان اور لکھاری، جنہوں نے ۲۰۰۶ میں "The God Delusion" جیسی کتابیں لکھ کر الحاد کے نظریات کو عوام تک پہنچایا۔
2. سیم ہیرس (Sam Harris) ایک نیورو سائنسدان اور فلاسفر، جن کی کتاب "The End of Faith" میں مذہب اور عقلیت پر گہرے سوالات اٹھانے پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں اسلام کو خاص نشانہ بنایا گیا ہے۔
3. ڈینیل ڈینیٹ (Daniel Demett) ایک فلاسفر اور انسانی ذہن کی سٹڈی کا سائنسدان ہے، جنہوں نے " Breaking the Spell Religion as a Natural Phenomenon " جیسی کتابیں لکھ کر مذہب کو ایک انسانی ذہن کی اختراع کے طور پر سمجھنے کی کوشش کی ہے۔
4. کرسٹوفر ہچنز (Christopher Hitchen) ایک مصنف ایک مصنف اور صحافی ہیں جن کی کتاب " God is not great , how religion poisons everyone" کے نام سے ہے، جس میں اس نے مذہبی عقائد کے خلاف شدید دلائل پیش کئے ہیں[(49)].

یہ چار شخصیات (چار گھڑ سوار) نے الحاد کے نظریات کو جدید دور میں نئے انداز میں پیش کیا اور مذہب کے خلاف جارحانہ انداز میں دلائل دیے ہیں۔ ان کی کتابیں، مباحث اور عوامی گفتگو نے بہت سے لوگوں کو ان کے نظریات کی طرف متوجہ کیا اور مذہبی عقائد پر سوالات اٹھانے کی ترغیب دی۔ ان

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

ملحدین نے سائنسی ترقیوں اور علمی ایجادات کو اپنے دلائل کے طور پر استعمال کرتے ہوئے مذہبی عقائد پر سوال اٹھائے۔ان کا موقف ہے کہ علمی اور سائنسی ترقی نے انسان کی سمجھ کو بڑھایا ہے اور مذہبی تصورات کو چیلنج کیا ہے۔ان کے مطابق، مذہب اکثر اوقات ترقی اور معقولیت کے راستے میں رکاوٹ ہوتا ہے،اور اس کی تعلیمات کو علمی بنیادوں پر جانچنے کی ضرورت ہے۔یہ بات اہم ہے کہ الحاد کے ان نظریات اور دلائل کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے، ہمیں مختلف نقطہ نظر کو دیکھنا چاہیے اور ان پر تنقید کی انداز میں غور کرنا چاہیے۔مذہب اور الحاد کے درمیان بحث معاشرتی اور فکری تنوع کو سمجھنے کے لیے اہم ہے۔

آج کا دور، جسے سوشل میڈیا کا دور کہا جاتا ہے، انفارمیشن کے تیز رفتار تبادلے اور اس کی وسیع دستیابی کے لیے مشہور ہے۔اس دور میں، مختلف ویب سائنس اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کا استعمال کرتے ہوئے، مختلف طبقات اپنی آراء اور نظریات کو پھیلانے کے لیے مواقع تلاش کر رہے ہیں، جن میں مذہبی عقائد پر تنقید بھی شامل ہے۔

فیس بک، یوٹیوب اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بہت سا ایسا مواد موجود ہے جو معاشرے کو گمراہی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ایسے مواد میں اسلامی عقائد اور معاشرتی اقدار پر تنقید اور انہیں کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔یہ عمل نہ صرف مذہبی بلکہ اخلاقی اقدار کو بھی متاثر کر رہا ہے، خصوصاً نوجوان طبقے کو جوان پلیٹ فارمز کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ان عوامل کے باوصف الحاد آج تیزی سے بڑھتی ہوئی علمی تحریکوں میں سے ایک ہے۔گزشتہ سالوں میں ایسے افراد کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ دیکھنے میں آیا ہے جو اپنے آپ کو ملحد یا غیر مذہبی قرار دینے میں فخر جانتے ہیں۔یہ تحریک، جس کو نیو ایتھیزم (new atheism) بھی کہا جاتا ہے، الحاد اور سیکولرازم (الحاد کا سیاسی رخ) کے مقاصد کی ترجمانی میں پیش پیش ہے۔آج کے ملحد قلم کار اور مفکرین بشمول رچرڈ ڈاکنز، سام حارث کرسٹوفر اور ینیل ڈینیٹ وغیرہ نے اس تحریک کو بڑی شد و مد سے فروغ دیا ہے۔ان کی کتابیں، سب سے زیادہ بکنے والی کتابیں بن گئیں اور ہزاروں لوگوں نے ان کی تقریریں سنیں۔تاہم کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کا بیانیہ گھناؤنا، گول مٹول اور باہم الجھن کا شکار ہے۔

تحریکِ الحاد جو کہ دنیا بھر میں مختلف فکری و ثقافتی شکلوں میں موجود ہے اپنے بنیادی نقطہ نظر میں مذہبی عقائد اور روایات کی نفی پر مبنی تحریک ہے۔اس تحریک کا اصل مقصد انسانی سوچ اور عمل کو مذہبی اثرات سے آزاد کرتا ہے، جس سے ایک سیکولر اور محض عقل پر مبنی معاشرتی ڈھانچہ کی تشکیل ممکن

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

ہوسکے۔ تحریکِ الحاد کا مطلب بنیادی طور پر کسی بھی مذہبی یقین یا عقیدے سے انکار کرنا ہوتا ہے۔ یہ تحریک ان لوگوں کی طرف سے زور پکڑتی ہے جو مذہب کو انسانی معاشرے کے لیے نقصان دہ یا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ چند صفحات میں تحاریک الحاد کے اہداف و مقاصد کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اہداف اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ الحاد کی تحریک اپنے نظریات کو کیسے پھیلانا چاہتی ہے اور سماج پر کس طرح اثر انداز ہونا چاہتی ہے۔

مذہبی عقائد کی نفی

تحریکِ الحاد کا اولین اور بنیادی ہدف مذہبی عقائد کی نفی ہے۔ ملحدین کا دعویٰ ہے کہ مذہبی تعلیمات غیر منطقی اور غیر سائنسی ہیں اور ان کا مقصد انسانوں کو عقلی سوچ سے دور رکھنا ہے۔ الحادی فلسفہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ علم و فہم کی بنیاد سائنسی حقائق پر ہونی چاہیے نہ کہ محض مذہبی دعوؤں پر۔ یہ ایک تحقیقی بات ہے کہ مغرب کے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک گروہ نے انسانوں اور ان کی آئندہ نسلوں کے لیے تباہی کا فیصلہ کیا اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ مذہب (آسمانی ہدایت، خدا کا تصور، آخرت کا تصور، انبیاء اور وحی کا تصور وغیرہ) اور سائنس کا رشتہ کاٹ دیا جائے؛ اور سائنس کے آگے بڑھنے اور پھیلاؤ کا عمل خدا اور آسمانی وحی کے اصول و ضوابط سے نہیں بلکہ ماحول اور ضرورت کے تحت ہوگا۔ یہ سوچ سب اس وقت پروان چڑھتی ہے جب ایک معاشرے میں اخلاق اور فلسفہ اخلاق کو پس پشت ڈال کر محض مادیت کو زندگی کا محور اور حاصل سمجھا جائے اس حوالے سے ڈاکٹر حسیب احمد خان لکھتے ہیں کہ

"یہ مادی تصورِ حیات مختلف زاویوں سے انسان کو اپنی گرفت میں لیتا ہے کہیں پر کوئی ڈارون اسے ارتقاء کی راہ بتاتا ہے اور یہ سبق پڑھاتا ہے کہ صرف مضبوط تر لوگوں کو جینے کا حق ہے تو کہیں پر کوئی مالتھس انہیں سمجھاتا ہے کہ جب تک اس انسانی دنیا کا ایک بڑا حصہ کم نہ کر دیا جائے اور موجودہ لوگوں کی تعداد وسائل کے مقابلے میں محدود نہ ہو جائے بقاء ممکن نہیں۔ کہیں پر کوئی فرائیڈ تمام تر انسانی جذبات و کیفیات کو نفسیاتی عوارض اور کمزوریوں سے جوڑ دیتا ہے کہیں پر ہابز کھڑا ہوتا ہے اور ایک بڑے عفریت لیوائیتھون کی جانب متوجہ کرتا ہے اور یہ سمجھاتا ہے کہ ایک فطری ریاست اس وقت کھڑی ہو سکتی ہے کہ جب تک بڑے پیمانے پر قتل و خون نہ ہو جائے کبھی کوئی تمام مابعد الطبیعیاتی امور کو واہمہ قرار دیکر ظاہر پرستی کی راہ ہموار کرتا ہے تو کہیں پر کوئی نشطے خدا کی موت کا اعلان کر دیتا ہے ایسے میں جان سٹیورٹ مل اور جیریمی بینتھم یہ تصور پیش کرتے ہیں کہ جس چیز کا کوئی مادی فائدہ نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔(50)

اس فکر کے پیچھے بھی دراصل سرمایہ داریت کی سوچ کا عمل دخل ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں تمام چیزیں سرمایہ اور طاقت کی بنیاد پر کی جارہی ہوں اور معاشرہ میں عزت کا معیار و بین دولت ہی ہو تو وہاں اخلاق اور اخلاقی اقدار کی ضرورت ہی کیا ہے، مغرب کو بھی سرمایہ کی ہوس پوری کرنے کے

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

لیے لیبر کی صورت میں انسانوں کا ایسا ہجوم ہی چاہیے جو مشین کی طرح کام کرے اور جو اخلاق اور مذہبی اقدار سے بالکل آزاد ہو۔ یہ وجہ ہے کہ الحادی تحریک سائنس اور عقلیت کی ترویج کرتی ہے۔ یہ تحریک مذہبی عقائد کو چیلنج کرتی ہے اور انسانوں کو عقلی بنیادوں پر سوچنے کے لیے اکساتی ہے۔ الحادیوں کا ماننا ہے کہ سائنسی طریقہ کار اور تجرباتی علم ہی حقیقی معرفت کے ذرائع ہیں۔ اس تحریک کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ عقلی و سائنسی سوچ معاشرے میں ترقی اور بہتری کا باعث بنتی ہے۔

سیکولرزم کی ترویج

اور جہاں کہیں مذہب کی جڑیں مضبوط تھیں وہاں رواداری کے پردے میں سیکولرازم کا ڈول ڈالا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ تحریکِ الحاد مذہب کو ریاست اور سیاسی امور سے جدا کرنے پر زور دیتی ہے، یعنی سیکولرزم کی حمایت کرتی ہے۔ الحادی فلسفہ مذہبی بنیاد پر بنائے گئے قوانین اور پالیسیوں کی مخالفت کرتا ہے۔ اس کا ماننا ہے کہ سیکولرازم معاشرتی مساوات اور حقوق کو فروغ دیتا ہے، جہاں ہر فرد کو اپنی ذاتی عقائد کی بنیاد پر جانچے بغیر برابری کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح سیکولر اصول ریاستی اداروں میں مذہبی عقائد کی بجائے عقلی و جمہوری اقدار کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ سب کچھ مذہبی موضوعات اقلیتوں اور مختلف نظریات رکھنے والے افراد کے حقوق کی حفاظت کا سہارا لیکر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حسیب احمد خان مزید لکھتے ہیں کہ "اسی الحاد کی بنیاد پر سیکولرازم کا نظریہ وجود پذیر ہوا جو مذہب اور الحاد کے درمیان تطبیق (Reconciliation) کی حیثیت رکھتا تھا۔ فلسفیانہ اور ملحدانہ نظریات نے اہل یورپ کی اشرافیہ کو بری طرح متاثر کر دیا تھا۔ ان کے ہاں تعلیم یافتہ ہونے کا مطلب ہی ملحد اور لادین ہونا تھا۔ دوسری طرف عوام الناس میں اہل مذہب کا اثر و رسوخ خاصی حد تک باقی تھا۔ اہل مذہب کا ایک اور مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اور ایک فرقے کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ دوسرے کی بالادستی قبول کر سکتا۔ ان حالات میں انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہر فرد کو اپنی ذات میں تو اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی دی جائے لیکن اجتماعی اور ریاستی سطح پر مذہب سے بالکل لاتعلق ہو کر خالص عقل ودانش اور جمہوریت کی بنیادوں پر نظام حیات کو مرتب کر لیا جائے۔ (51)

یعنی اگر حکومت کا کوئی سرکاری مذہب ہو بھی تو اس کی حیثیت محض نمائشی ہو، اسے معاملات زندگی سے کوئی سروکار نہ ہو۔ سیکولرازم کے اس نظریے کا فروغ دراصل مذہب کی بہت بڑی شکست اور الحاد کی بہت بڑی فتح تھی۔ اہل مغرب نے اپنے سیاسی، عمرانی اور معاشی نظام کو مذہب کی روشنی سے دور ہو کر خالصتاً ملحدانہ بنیادوں پر استوار کیا۔ مذہب کو چرچ تک محدود کر دیا گیا۔ تمام قوانین جمہوری بنیادوں پر بنائے جانے لگے۔ عیسائیت بھی فری سیکس

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

گناہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن جمہوری اصولوں کے مطابق اکثریت کی خواہش پر اسے جائز قرار دیا گیا، حتیٰ کہ ہم جنس پرستی کو بھی قانونی مقام دیا گیا اور ایک ہی جنس میں شادی کو بھی قانونی ٹھہرا لیا گیا۔ سود ہمیشہ سے آسمانی مذاہب میں ممنوع رہا ہے، لیکن معیشت کا پورا نظام سود پر قائم کیا گیا۔ سیکولرازم اور اسلام کا باہمی تصادم بالکل واضح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیاسی، معاشی اور سماجی معاملات میں ہمیشہ اسلامی تعلیمات کو ہی سامنے رکھا ہے اور یہی اسلام کا بنیادی مقصد ہے اگر چند رسمی عبادات کے سوا باقی تمام معاملاتِ زندگی سیکولر بنیادوں پر بھی طے کرتے ہیں تو پھر نزول قرآن اور احادیث کا کیا مطلب ہے۔ (52)

ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"سیکولرزم چاہتا ہے کہ اگر لوگ اسلام سے اپنا تعلق باقی ہی رکھنا چاہتے ہیں تو وہ بس اتنا ہو کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر کبھی کبھار کوئی دینی گفتگو نشر ہو جائے. جمعہ کے روز اخبار میں دینی صفحہ شامل ہو جائے، عام نظامِ تعلیم میں ایک پیریڈ دینی تعلیم کا مقرر کر دیا جائے، سرکاری قوانین کے مجموعے میں ایک حصہ اسلام کے شخصی قوانین کا رکھ لیا جائے، معاشرے کے بے شمار اداروں میں ایک مسجد بھی تعمیر کر دی جائے اور نظامِ حکومت میں ایک وزارت اوقاف کی بھی قائم ہو جائے۔۔۔ مگر خود اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ زندگی کے صرف ایک گوشہ یا ایک پہلو پر قناعت نہیں کر سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ گھر سارا لادینیت کے حوالے ہو اور اس گھر میں اسلام کی حیثیت مہمان کی ہو۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے لادینیت اور اسلام میں تصادم شروع ہوتا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں جاری رہتا ہے، خصوصاً عقائد، عبادات، اخلاق اور قانون سازی کے شعبوں میں کیونکہ اسلام کے آنے کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ ان شعبوں کو صحیح اصول پر استوار کیا جائے۔ (53)

جدید تحریکِ نسواں

تحریکِ نسواں جسے فیمینزم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جو بظاہر خواتین کے سماجی، سیاسی، اور معاشی حقوق کی برابری کی وکالت کرتی ہے۔ یہ تحریک مختلف مراحل میں ترقی کرتی رہی ہے اور مختلف ناموں، جیسے کہ ہیومنز رائٹس موومنٹ، سفریج موومنٹ، وومنز لبریشن موومنٹ، وغیرہ سے جانی جاتی ہے۔ اس قسم کی تحاریک بھی خواتین خصوصاً نوجوان نسل میں مذہب کے سماجی اور معاشرتی تعلیمات کے حوالے سے عدم اعتماد پیدا کر رہی ہے۔ اور خاندانی ادارہ جو کہ اسلام کا ایک خوبصورت تحفہ ہے اس کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ تحریک نسواں خواتین کی ذاتی آزادی

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

اور خود مختاری پر زور دیتی ہے۔ نعرے جیسے کہ "میرا جسم میری مرضی" اور "اپنا کھانا خود پکاؤ" اس بات کا اظہار ہیں کہ خواتین کو اپنے جسمانی، معاشی، اور معاشرتی فیصلوں میں آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ۱۹۹۴ء میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام قاہرہ میں بہبود آبادی کی کانفرنس اور ۱۹۹۵ء میں بیجنگ میں خواتین کے حقوق کے لئے منعقدہ کانفرنس میں دیکھا گیا۔ ان کانفرنسوں میں خواتین کے حقوق، جنسی آزادی، مانع حمل اشیاء کے استعمال اور ہم جنس پرستی جیسے موضوعات پر توجہ دی اس طرح کی کانفرنسوں اور قراردادوں کے انتہائی بھیانک نتائج سامنے آئے جو کسی بھی مہذب معاشرے کے لیے ناقابل قبول ہوتے ہیں اور اسلامی تہذیب کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہیں اور اسلامی تہذیب کیلئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔[54]

آزادی فکر و تقریر کی آڑ میں مذہبی آفاقی اصولوں کا رد

الحادی تحریک کا ماننا ہے کہ ہر فرد کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ چاہے وہ مذہبی عقائد کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ الحادی تحریک مذہبی سینسر شپ کی مخالفت کرتی ہے اور اس بات کی وکالت کرتی ہے کہ افراد کو اپنی ذاتی عقیدت کی بنیاد پر سزا دینے کے بجائے ان کی آزادی کی حفاظت کی جائے۔[55]

مذہبی اثرات کو کم کرنا

تحریکِ الحاد کا ایک بنیادی مقصد معاشرتی، سیاسی، اور تعلیمی اداروں میں مذہبی اثرات کو کم کرنا ہے۔ اس مقصد کے تحت مذہبی تعلیمات اور روایات کے بجائے منطقی اور علمی بنیادوں پر فیصلہ سازی کو فروغ دینا مقصود ہوتا ہے، جس سے معاشرے کی ترقی میں علمی رویوں کو مزید تقویت مل سکے۔

آزادی اظہار کا تحفظ

الحادی تحریک آزادی اظہار رائے کی حمایت کرتی ہے، خاص طور پر وہ آزادی جو مذہبی تعلیمات یا توہین کے قوانین کے ذریعے محدود کی جاتی ہے۔ اس تحریک کا مقصد ہے کہ افراد کو بغیر کسی خوف کے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی آزادی ہو، چاہے وہ خیالات مذہبی عقائد کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

مذہبی توہین کے قوانین کی مخالفت کرنا

تحریک الحاد اکثر مذہب کے قوانین کی مخالفت کرتی ہے، جبکہ مذہب عقائد یا شخصیات کی تنقید یا مذاق اڑانے کو جرم قرار دیتا ہے۔ الحادی تحریک کا ماننا ہے کہ ایسے قوانین آزادی اظہار کی روح کے خلاف ہیں اور انہیں ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تاکہ مکمل آزادی اظہار کو یقینی بنایا جاسکے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

مذہبی اداروں کی سیاسی طاقت کو محدود کرنا

تحریک الحاد اکثر مذہبی اداروں کی سیاسی طاقت اور اثر ورسوخ کو محدود کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ تحریکیں مذہبی گروہوں کی طرف سے سیاسی فیصلہ سازی میں مداخلت کے خلاف مہم چلاتی ہیں اور سیکولر حکومتی ڈھانچوں کو مضبوط کرنے کی حمایت کرتی ہیں۔

اخلاقیات کی سیکولر بنیادوں کی وکالت

الحادی تحریکات اخلاقیات کی مذہبی بنیادوں کی بجائے سیکولر بنیادوں پر تعمیر کی حمایت کرتی ہیں۔ وہ اخلاقی فیصلہ سازی کے لیے عقلانیت اور عالمی انسانی حقوق کے معیارات کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس کے ذریعے، وہ نہ ہی تعلیمات پر مبنی اخلاقی فیصلوں کو چیلنج کرتے ہیں اور انسانی فلاح و بہبود پر مبنی اخلاقی اصولوں کی وکالت کرتے ہیں۔[56]

یہ اہداف و مقاصد تحریک الحاد کی بنیادی سمت اور مقصد کو واضح کرتے ہیں، جو کہ مذہبی اثرات کو کم کرنے اور زیادہ سیکولر اور آزاد معاشرے کی تعمیر کی طرف مائل ہے۔

انفرادی زندگی میں مذہب کے کردار کی اہمیت

مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اسلام دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک اقترابات اور دوسرا ارتفاقات۔

اقترابات کا مطلب ہے کہ وہ راستے جن سے آدمی اللہ کا قرب اور نزدیکی پیدا کر سکے (یعنی عبادات) اور ارتفاقات کا مطلب یہ ہے کہ باہمی میل جول، لطف و مدارات، تمدن و تعاون اور مدنیت و شہریت کے اصول و طریقے ہمارے سامنے ہوں۔[57] اور اسی طرح ایمان کے دو شعبے ہیں ایک التعظیم لامر اللہ اور ایک الشفقۃ علی خلق اللہ یعنی اللہ کے اوامر اور بھیجے ہوئے قانون کی عظمت اور اس کی مخلوق پر شفقت و مدارات اور رحم و کرم کرنا۔

مندرجہ بالا اقتباس سے ہمیں مذہب کے انفرادی و اجتماعی کردار کا پتہ چلتا ہے۔

انسانی زندگی میں مذہب کا کردار ہمیشہ رہا ہے۔ انسان کسی نہ کسی انداز میں شروع ہی سے مذہب سے وابستہ رہا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی خطہ، طبقہ، معاشرہ یا دور مذہب سے یکسر خالی نظر نہیں آئے گا۔ آج کے دور میں جب کہ مسلم اور مذہبی معاشروں میں بھی بہت سے لوگ مذہب کا مذاق اڑانے اور اس

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

سے بیزاری کا اظہار کھلے عام کرنے گئے ہیں ضروری محسوس ہوتا ہے کہ مذہب کے انسانی زندگی سے تعلق کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے کردار کو واضح کیا جائے تاکہ اس ضمن میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں کردار ادا کیا جا سکے۔

مذہب کی تعریف

مذہب عربی زبان کا لفظ ہے، یہ "ذھب" سے بنا ہے، جس کا لغوی معنٰی ہے چلنا اور گزرنا، اس لیے کہ مذہب سے مراد چلنے کا راستہ یا زندگی گزارنے کا راستہ لیا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ لفظ مذہب "ذھب" سے ماخوذ ہے اور "مذھب" اس شے کو کہا جاتا ہے، جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہو اور اس کی سرخی زرد (سنہری ہو جائے، اور "ذھاب گزر جانے والے کو کہا جاتا ہے۔[(58)]

دوسرے مفہوم کے مطابق مذہب روش، طریقہ اور اعتقاد کو کہتے ہیں۔ ابن منظور (۱۳۳۳- ۱۳۱۲ء) کے مطابق "المذھب: المعتقد الذي يذھب اليه"[(59)] مذہب سے مراد وہ عقیدہ ہے جسے لوگ اپناتے ہیں۔

اردو میں مذہب سے مراد طریق زندگی یا خاص عقیدہ ہے، تاہم اسلامی کتب میں فقہی آراء، مسلک اور نقطہ نظر کے لیے بھی مذہب کا استعمال ہوتا ہے، عام گفت گو میں مذہب اور دین کے الفاظ مترادف مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی اپنی اصطلاح 'الدین" ہے۔ اللہ تعالی کے خاص بندوں کے طرزِ زندگی کا مفہوم ادا کرنے کے لیے السبیل، الصراط، الطریق کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں مگر خدا کی طرف سے انسان سے مطلوب نظریہ حیات اور جامع طرزِ زندگی کے لیے "الدین" کا لفظ مستعمل ہے۔

مذہب کا تاریخی کردار

مذہب کے ساتھ انسان کا تعلق اس کی زندگی کے پہلے دن سے ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اب تک دنیا میں کئی مذاہب وجود میں آئے۔ ان میں کچھ تو زمانے کے حادثات کا شکار ہو گئے اور آج کوئی ان کے نام سے بھی واقف نہیں۔ کچھ کا صرف تاریخ سے پتا چلتا ہے اور کچھ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں دنیا کے نقشے پر موجود ہیں۔ آثار قدیمہ کے ذریعے بھی کائنات کے گم شدہ رازوں کو دریافت کرنے میں مدد ملی ہے اور مذہب کا ثبوت گذشتہ اقوام کے تیار

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

شدہ کھنڈرات اور عبادت گاہوں کی عمارتوں سے بھی ملتا ہے۔ قدیم تہذیبوں کے مطالعہ سے بھی مذہبی فکر کے دنیا کے ہر حصہ میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہونے کے آثار کا پتا چلتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا "[60] ترجمہ: اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔

ڈاکٹر مستفیض علوی لکھتے ہیں کہ "آثار قدیمہ، علم الانسان اور جغرافیائی تحقیقات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اب تک انسانوں کی کوئی مستقل جماعتی، قومی یا تہذیبی زندگی ایسی نہیں رہی ہے جو مذہب کی کسی نہ کسی شکل سے بالکل عاری ہو۔ یہ چیز اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مذہب کا تعلق ضرور بالضرور انسان کی کسی بہت بنیادی ضرورت سے ہے جس کے بغیر اس کی دنیوی زندگی اگر خطرے میں نہیں پڑے گی تو کم از کم سنگین بحران کا شکار ضرور ہو جائے گی۔ یہی نہیں بلکہ اس دنیا میں آنے والے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کا تعلق مذہب کی تاریخ کو واضح کرتا ہے[61]"۔

اس کے علاوہ اللہ تعالی نے مختلف ادوار میں مختلف انبیاء کرام جو انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے وہ بھی مذہب کے قدیم ہونے پر دلیل فراہم کرتے ہیں۔ مکہ میں بیت اللہ کا وجود بھی مذہب کے قدیم ہونے کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔ قدیم شاعری کے جو نمونے محفوظ ہیں ان سے بھی مذہبی تعلیمات کے اشارے ملتے ہیں، جیسے یونان کے ہومر (Homer) اور ورجل (Virgil) کی شاعری، حضرت ایوب علیہ السلام کی رزمیہ شاعری، سفر ایوب تورات میں محفوظ ہے جو کہ قدیم شاعری کا شاہکار ہے۔[62] الہامی کتابوں میں خاص طور پر قرآن مجید میں دنیا کی قدیم قوموں (عاد وثمود) اور ان کا اپنے پیغمبروں کے ساتھ رویہ بھی مذکور ہے۔ قدیم ترین دساتیر اور ابتدائی قوانین وضوابط کی جو بچی کھچی نشانیاں موجود ہیں ان میں مذہب کی تعلیمات صاف طور پر نظر آتی ہیں۔

مذہب اور انسان کا باہمی تعلق

انسان اور مذہب کا باہمی تعلق بہت گہرا رہا ہے جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے تب سے انسان اور مذہب ساتھ ساتھ ہیں۔ ابتداء میں تمام انسانوں کا مذہب ایک تھا مگر جوں جوں انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا لوگ مذہب سے دور ہونے لگے پھر خالق کائنات نے مختلف ادوار میں انسانوں کی راہنمائی کے لیے پیغمبر بھیجے لیکن پیغمبروں کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے ماننے والوں نے ان کے پیغام پر عمل کرنے کی بجائے خود سے نئے دین اور مذاہب اختیار کر لیے اس طرح مذاہب میں اضافہ ہوتا گیا۔[63]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

اس وقت دنیا میں کئی مذاہب پیدا ہو چکے ہیں جن میں سے مشہور مذاہب اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندو ازم زرتشت، بدھ ازم اور سکھ ازم شامل ہیں۔ انسانی تاریخ کے ابتدائی دور میں انسانی جماعتیں مذہبی عقائد اور عبادات کی حامل تھیں۔ اس دور میں انسانی جماعتوں کو ایک دوسرے سے اختلاف ہوتے تھے لیکن اختلافات اور تضادات کے باوجود مذہب اور انسان کے باہمی تعلق میں محبت احترام اور تعاون کی روح نے اس دنیا کو بہتر بنایا۔ مذہب ہی کے ذریعے انسانی جماعتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رشتوں کی پاسداری معاشرتی انصاف کے لیے محبت اور احترام کی تعلیم دی جاتی ہے مذہبی عقائد اور عبادات انسان کو اپنے مختلف پہلوؤں سے جوڑتے ہیں۔ بعض مذاہب میں انسان کو دوسروں کی مدد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جبکہ دیگر مذاہب میں انسان خود کو اور اپنے خاندان کے تحفظ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مذہب انسان کو روحانی راہ دکھاتا ہے جس میں انسان کے لیے اصول و قوائد ہوتے ہیں جو انکو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لیے رہنمائی کرتے ہیں۔ مذہب میں انسان کو اپنے خداوند سے محبت، تعلق اور خدمت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یعنی خدا کے حق میں پابند کرنے اور انسان کو ایک معتدل قریبی اور یکساں معیار کی زندگی گزارنے کی تربیت فراہم کرتا ہے۔ گویا مذہب انسانی عروج کا راستہ ہے زمین سے آسمان تک۔

انسانی زندگی میں مذہب کا کردار

انسانی زندگی میں مذہب تسکین کا باعث بنتا ہے اور انسانوں کو محفوظ ہونے کے احساس سے روشناس کرواتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہے تو اس سے انسان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ خود میں ایک نئی طاقت محسوس کرتا ہے۔ اس تجربے کو مختلف مذہبی روایات میں مختلف صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ دنیوی زندگی میں انسان قدم قدم پر مختلف پریشانیوں اور مصیبتوں کا شکار ہوتا ہے، اپنی تنہائی و بے بسی کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ زندگی میں کسی بڑے سانحہ سے دوچار ہوتا ہے، ایسی صورتِ حال میں مذہب روشنی کی کرن بن کر انسان کے سامنے آتا ہے۔ اور زندگی میں پیش آنے والے بحرانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی انسان میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ مایوسی اور ناامیدی کے لمحات میں اس کا دفاع کرتا ہے۔ نہ ہی آدمی ہر حال میں اپنے خالق و مالک پر اپنا اعتماد بحال رکھتا ہے اور کبھی بھی زندگی کی مشکلات سے ڈر کر مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔ وہ خود کو اپنے مالک کی حفاظت کے حصار میں محسوس کرتا ہے اور کبھی خودکشی کی کوشش نہیں کرتا۔ انسان جب زندگی میں مختلف مصائب میں پھنس کر حوصلہ کھو دیتا ہے، تو

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

یہ مذہب ہی ہے جو نہ صرف ان دکھوں کو برداشت کرنے کی قوت دیتا ہے بلکہ اندھیرے میں امید کی کرن بن جاتا ہے۔ گویان اب دنیا میں انسانی دکھوں اور پریشانیوں کو دور کرنے اور خوشیوں کا ضامن بن کر آیا ہے۔

برصغیر کے عظیم فلسفی شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء) اپنے خطبے میں فرماتے ہیں کہ "مذہب ہی وہ ذریعہ ہے جس سے افکار و خیالات کی دنیا میں وسعت پیدل ہوتی ہے اور جس کے سہارے ہم زندگی، قوت اور طاقت کے اعلیٰ سرچشمے تک پہنچتے ہیں۔ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ مذہب کی حیثیت دراصل اس اقدام کی ہے جو بالارادہ اسی لیے کیا جاتا ہے کہ اس اصول تک پہنچ سکیں جس پر فی الحقیقت قدروں کا دار و مدار ہے اور جن کے سہارے ہم اپنے قوائے ذات کی شیرازہ بندی کر سکتے ہیں"۔(64)

مختصر یہ کہ انسانی معاشرے کی تشکیل وارتقاء اور ترقی و پیش رفت میں مذہب نے نہایت موثر کردار ادا کیا ہے۔ سماجی زندگی میں عدل وانصاف کا قیام، ظلم واستبداد کے خلاف جدوجہد مذہب کا وطیرہ رہا ہے۔ تمدنی زندگی میں معاہدات، اقرار نامے اور عہد وپیمان کی پابندی نہ ہی تعلیمات کی وجہ سے کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ اخلاقی اور انسانی اقدار نے بھی ہمیشہ مذہب کے زیر سایہ پرورش پائی ہے۔

مختصر یہ کہ انسانی معاشرے کی تشکیل وارتقاء اور ترقی و پیش رفت میں مذہب نے نہایت موثر کردار ادا کیا ہے۔ سماجی زندگی میں عدل وانصاف کا قیام، ظلم واستبداد کے خلاف جدوجہد مذہب کا وطیرہ رہا ہے۔ تمدنی زندگی میں معاہدات، اقرار نامے اور عہد وپیمان کی پابندی مذہبی تعلیمات کی وجہ سے کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ اخلاقی اور انسانی اقدار نے بھی ہمیشہ مذہب کے زیر سایہ پرورش پائی ہے۔

الحاد کے تدارک کی دعوتی حکمتِ عملی

پہلے لوگ الحاد پرستوں کو فسطائی قرار دے کر ان کی باتوں کو نظر انداز کر دیتے تھے مگر اب وہ دور نہیں رہا۔ اب الحاد کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی مدد سے تقویت مل رہی ہے۔ سائنس نے ہر میدان میں اپنی موجودگی کا لوہا منوایا ہے جس سے لوگوں کا سائنس اور سائنسدانوں پر بھروسہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب یہ علم کے سب سے معتبر شعبے کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں نے مذہب اور مذہبی کتابوں کے حوالے سے شکوک و شبہات کو اجاگر کر کے مذہب سے لوگوں کا اعتماد کم کر دیا ہے۔ اس طرح الحاد ایک مضبوط نظریہ کے روپ میں ابھر رہا ہے۔ اب محض الحاد کو برا بھلا کہنے

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔اب یہ ضروری ہو چکا ہے کہ علمی انداز میں اس کا مقابلہ کیا جائے اور عقل و دلیل کے ذریعے الحاد کی مخالفت کرتے ہوئے مذہب کی اہمیت کو ثابت کیا جائے۔

قرآنِ پاک نے دعوت کی صحیح اہمیت اور اس کے اصول وضوابط پر مفصل بحث کی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ کے تمام پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی ہے اور دعوت کے کام کی نوعیت واہمیت کا تفصیلی جائزہ لیا اور احکام صادر فرمائے۔قرآنِ پاک میں دعوت کے ضمن میں دو طرح کے ارشادات ہیں۔ایک وہ جن میں فریضہ دعوت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسرے وہ جن میں ترتیب کار کو بیان کیا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبلیغی مشن کے لیے قرآن پاک نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً تبلیغ، تبشیر، انذار اور تذکیر وغیرہ۔قرآنِ مجید میں آپ کی مساعی کو انہیں اصطلاحوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ ہو کر پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو آپ نے رسالت کا فرض انجام نہیں دیا۔جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔

"يَأَيُّهَا الرَّسُولَ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ و إن لم تفعل فما بلغت رسالته والله يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"۔[65]

ترجمہ: اے خدا کے پیغام پہنچانے والے آپ کے پروردگار کے پاس سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے اس کو پہنچاؤ۔اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا اور آپ کو خدا لوگوں سے بچالے گا۔

دعوت و تبلیغ کے اصول

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اعتبار سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ نے دعوت و تبلیغ کے تمام عملی مراحل کا نمونہ بھی دیا اور تبلیغ عمل کے لیے بہترین اصول دیئے۔آنے والے تمام تبلیغی و دعوتی کارکنوں کے لیے یہ اصول بہترین رہنمائی کا کام دیتے رہیں گے۔قرآن پاک نے اختصار و جامعیت کے ساتھ بیان کیا کہ

"ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ رَبِّكَ بِالَّتِي هِيَ احسن"۔[66]

ترجمہ: اے پیغمبر لوگوں کو دانشمندی اور نیک نصیحت کیساتھ اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے رستے سے بھٹک گیا ہو۔تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

سید سلیمان ندوی کے بقول:

"تبلیغ ودعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے۔ عقل وحکمت، موعظہ حسنہ اور مناظر وبطریق احسن۔ مسلمان متکلمین نے بیان کیا ہے کہ تبلیغ ودعوت کے یہ تینوں اصول وہی ہیں، جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں، یعنی ایک تو برہانیات جن میں یقینی مقدمات کے ذریعے سے دعوٰی کے ثبوت پر دلیلیں لائی جاتی ہیں۔ دوسرے خطابیات جن میں مؤثر اور دلپذیر اقوال سے مقصود کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اور تیسرے جدلیات جن میں مقبول عام اقوال اور فریقین کے مسلم مقدمات سے استدلال کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے پہلے طریق کو حکمت دوسرے کو موعظہ حسنہ اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا اور استدلال کے یہی وہ تین طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔(67)

حکمت

تبلیغ ودعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے۔ عقل وحکمت، موعظہ حسنہ اور مناظر وبطریق احسن مسلمان متکلمین نے بیان کیا ہے کہ تبلیغ ودعوت کے یہ تینوں اصول وہی ہیں، جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں، یعنی ایک تو برہانیات جن میں یقینی مقدمات کے ذریعے سے دعوی کے ثبوت پر دلیلیں لائی جاتی ہیں۔ دوسرے خطابیات جن میں موثر اور دلپذیر اقوال سے مقصود کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اور تیسرے جدلیات جن میں مقبول عام اقوال اور فریقین کے مسلم مقدمات سے استدلال کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے پہلے طریق کو حکمت دوسرے کو موعظہ حسنہ اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا اور استدلال کے یہی وہ تین طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔

اصول

قرآنی نقطہ نظر سے حکمت دعوتی عمل میں اولین اہمیت کی حامل ہے۔ حکمت کا مطلب یہ ہے کہ بے وقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر نیز موقع محل کو دیکھ کر بات کی جائے۔ ہر طرح کے لوگوں کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکا جائے۔ جس شخص یا گروہ سے سابقہ پیش آئے پہلے اس کے مرض کی تشخیص کی جائے پھر ایسے دلائل سے اس کا علاج کیا جائے جو اس کے دل ودماغ کی گہرائیوں سے اس کے مرض کی جڑ نکال سکتے ہوں۔ حکمت ایک جامع اصطلاح ہے اور اس کے تحت وہ تمام طرز عمل آجاتے ہیں جو مخاطب کو قبولِ حق پر آمادہ کریں۔ مثلاً موقع محل کا لحاظ، مخاطب کی نفسیات اور عقلی استدلال وغیرہ۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

موعظہ حسنہ

تبلیغ ودعوت کے لیے دوسری بنیادی چیز موعظہ حسنہ ہے۔اس سے مراد عمدہ نصیحت ہے۔یہ کہ مخاطب کو صرف دلائل ہی سے مطمئن کرنے پر اکتفاء نا کیا جائے بلکہ اس کے جذبات کو بھی اپیل کی جائے۔برائیوں اور گمراہیوں کا محض عقلی حیثیت سے ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسان کی فطرت میں ان کے لیے جو پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسے بھی ابھارا جائے اور ان کے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ہدایت اور عمل صالح کی محض صحت اور خوبی ہی عقلاًثابت نہ کی جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی پیدا کیا جائے اور یہ کہ نصیحت ایسے طریقہ سے کی جائے جس سے دل سوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔مخاطب یہ نہ سمجھے کہ ناصح اسے حقیر سمجھ رہاہے اور اپنے بلند مرتبہ سے لطف اندوز ہو رہاہے بلکہ اسے یہ محسوس ہو کہ ناصح کے دل میں اس کی اصلاح کے لیے تڑپ موجود ہے اور وہ حقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے۔

مجادلہ حسنہ

مجادلہ سے مراد دلائل کا باہمی ردوبدل ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کرنے کے لیے اس کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔مزید ایسا مثبت استدلال کیا جاتا ہے جو فریق ثانی کو قبولِ حق پر آمادہ کر سکے۔اسکی نوعیت محض مناظرہ بازی اور ذہنی دنگل کی نہ ہو اس میں کج بحثیاں، الزام تراشیاں اور چوٹیں، پھبتیاں نا ہوں۔اس کا مقصود فریق مخالف کو چپ کروادینا اور اپنی زبان آوری کے ڈنکے بجادینا نہ ہو بلکہ اس میں شیریں کلامی ہو معقول اور دل لگتے دلائل ہوں۔مخاطب کے اندر ضد اور ہٹ دھرمی پیدا نہ ہونے دی جائے۔سیدھے سیدھے طریقے سے اس کو بات سمجھانے کی کوشش کی جائے اور جب محسوس ہو کہ وہ کج بحثی پر اتر آیا ہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ گمراہی میں اور زیادہ دور نہ نکل جائے۔

موقع و محل

دعوت و تبلیغ بلاشبہ ایک سچے جذبے اور حقیقی لگن کی متقاضی ہے لیکن جوش جنوں میں موقع و محل کا لحاظ نہ کرنا سخت مضر ہے۔مثلاًایک داعی حق کو ان تمام اوقات میں دعوت حق سے احتراز کرنا چاہیے جب مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو۔نہ صرف اس حالت میں بلکہ دعوت پیش کرنے کے بعد بھی مخاطب پر اعتراض نکتہ چینی کا دورہ پڑ جائے تو داعی کو چاہیے کہ بحث کو بڑھانے کی بجائے اس کو وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی اور مناسب موقع کا انتظار کرے۔جب مخاطب خالی الذہن یا کم از کم اعتراض و نکتہ چینی کے رجحان سے خالی ہو۔[68]

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

ارشاد ربانی ہے:

"وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره وإما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين۔[69]

ترجمہ: جب دیکھوان لوگوں کو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں توان سے اعراض کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات فراموش کرادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

مخاطب کی نفسیات

حکمت تبلیغ کے لیے دوسری اہم بات جسے داعی کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے وہ مخاطب کی استعداد اور نفسی کیفیات ہیں۔ مثلاً عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ مباحث شروع کر دی جائیں یا کسی دانشور سے گفتگو کرتے ہوئے بے رنگ اور بے ڈھب اندازِ گفتگو اختیار کیا جائے بلکہ لوگوں سے ان کے ذہنی استعداد کے مطابق بات کی جائے۔ دعوت حق کے بعض مشکل تقاضے ہوتے ہیں اور بعض سہل۔ داعی کو آغاز ہی میں وہ تمام باتیں نہیں بیان کرنی چاہئیں جن سے اکتاہٹ اور تنفر پیدا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

"يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا"۔[70]

ترجمہ: آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوش خبری دو، لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داعیان حق کے لیے صحیح طرز عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَ لَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ[71]"

ترجمہ: تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ

دعوت کا دوسرا محرک بندگان الٰہی پر رحمت و شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ ہے۔ بندوں کی اس تباہ حالت کو دیکھ کر ان کا دل جلتا ہے، اور خیر خواہی سے ان کا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کی حالت سدھر جائے، ٹھیک اس طرح جس طرح باپ بیٹے کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا طالب محض پدرانہ شفقت اور خیر خواہی کی بناء پر ہوتا ہے اسی طرح مبلغ اور داعی کے اندر بھی وہی جذبہ ہو دینی خیر خواہی اور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کی تاثیر اس کے دل کو بے چین رکھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اپنی امت کو کہتے ہیں:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

"قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ أُبَلِّغُكُم رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أمين(72)".

ترجمہ: اے میرے لوگو میں ہوبیو قوف نہیں، لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں، میں تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں، اور میں تمہارا معتبر خیر خواہ ہوں۔

نرمی اور سہولت

دعوت و تبلیغ کا تیسرا اصول یہ ہے کہ نرمی، آہستگی، دانشمندی اور ایسے اسلوب سے گفتگو کی جائے کہ جس سے مخاطب پر داعی کے خلوص و محبت اور الفت کا اثر پڑے اور بات مخاطب کے دل میں اتر جائے، فرعون جیسے خدائی کے مدعی کافر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھیجے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے۔

"فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى(73)".

ترجمہ: تم دونوں (حضرت موسیٰ وہارون علیہما السّلام) فرعون سے نرم گفتگو کرنا۔

منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے چاہے اور جس طرح اسلام کی دعوت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ناکام کرنا چاہا وہ بالکل ظاہر ہے بایں ہمہ آپ کو بھی حکم دیا جاتا ہے۔ تو آپ ان سے در گزر کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے ان کے معاملہ میں ایسی بات کیجئے جو ان کے دل میں اتر جائے۔

مدعو تک خود پہنچنا

تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک "عرض" ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں، بلکہ آپ اور آپ کے اصحاب لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا۔ حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے اور ان کے ترش و تند جوابوں کی پروا نا فرماتے تھے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

سامع کا جائزہ

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ عنوان (Topic) پر جو بھی اور جس سطح کی بھی معلومات ہوتی ہیں، وہ حاضرین پر انڈیل دی جاتی ہیں۔ وہ سامعین کو سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ حال آں کہ ایک اچھا داعی وہ ہوتا ہے جو اپنے لیکچر سے پہلے اپنے سامعین کی ذہنی سطح، مزاج علاقائی روایات و ثقافت سے واقف ہو۔ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو جابجا یہ واضح طور پر دکھائی دے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ لوگوں کی ذہنی سطح، ان کے ماحول اور مزاج کو سامنے رکھ کر حکمت سے گفتگو فرمائی۔

درست سوچ اور نظریے کا ابلاغ

مثال کے طور پہ عبادات کا بنیادی مقصد اپنی ذاتی اصلاح اور انفرادی طور پر زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے اور دین کے پھیلاؤ کا نظریہ دیا جاتا ہے۔ عبادت گزار اور نیکوکار اس کو سمجھا جاتا ہے جو معاشرے اور سماج سے کٹ کر زندگی گزارے۔ اب یہ ناقص اور ادھوری سوچ ہے۔ جب کہ اسلام کا نظام عبادات تو اپنے اندر سوسائٹی اور سماج کو ظلم، سرکشی، بدامنی، نظامی اور بدحالی سے نکال کر عدل، امن، خوش حالی سے ہم کنار کر کے ایک اللہ کی غلامی میں دینے کی تحریک رکھتا ہے۔ ایک عبادت گزار اور متقی انسان بہ حیثیت خلیفہ اللہ اپنے معاشرے اور سماج کو صرف اور صرف اللہ کے دیے ہوئے احکامات کی روشنی میں ڈھالنے کے لیے جدوجہد کو اپنا مقصدِ حیات اور فرض سمجھتا ہے۔ غلبہ دین کی یہی سوچ ہی دراصل حقیقی اور درست نظریہ ہے، جسے سامعین تک پہنچانا ہوتا ہے۔

گفتگو کی ترتیب

فن گفتگو کے ماہرین کی رائے ہے کہ سامعین اس لیکچر اور گفتگو کو زیادہ پسند کرتے ہیں، جس میں ایک بہاؤ کی سی کیفیت پائی جائے۔ دوران گفتگو ہر بات دوسری بات سے ایسے جڑی ہوئی ہو جیسے زنجیر کی کڑیاں۔ لہٰذا ایک اچھا اور مؤثر لیکچر وہ ہو گا جو ایک ترتیب سے موضوع کے مطابق نکات وائز بیان کیا جائے۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 30, 2025

مثالوں اور تاریخی واقعات کا استعمال

موثر گفتگو کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اپنی بات کو مثالوں اور تاریخی واقعات سے مزین کیا جائے۔اس سے بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی فرد کو اگر عقائد اور نظام عبادات سمجھانا مقصود ہو اور وہ فرد سائنس کا طالب علم ہے تو اسے انسانی جسم میں پائے جانے والے مختلف نظاموں کی مثالیں دی جائیں تو وہ بات آسانی سے سمجھ جائے گا۔

مانوس الفاظ وجملوں کا چناؤ

موضوع کی تیاری کے لیے ایک داعی کو متعدد علمی مواد کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ پرانے علمی مواد میں جو الفاظ وتراکیب استعمال کیے گئے ہوں ان کو زمانہ موجود کا ہر شخص آسانی سے نہ سمجھ سکے۔اور جس کے نتیجے میں وہ مکمل پیغام سمجھنے سے محروم ہو جائے۔اس لیے ضروری ہے کہ دوران تیاری مشکل الفاظ کے متبادل کوئی آسان اور عام فہم الفاظ کا چناؤ کیا جائے۔

باوقار لباس کا استعمال

انسان فطری طور پر صفائی، پاکیزگی اور نفاست پسند ہے۔لہذا کوشش کی جائے صاف اور پاکیزہ لباس زیب تن کیا جائے۔کیوں کہ لباس کا شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے، جس سے سامعین کے ذہنوں پر ایک اچھا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ مناسب خوشبو کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر بہت زیادہ مہنگے لباس اور تیز خوشبو سے گریز کرنا چاہیے۔پہلے ہر شے کو ہم آواز کیا جاتا ہے پھر کہیں نتھنے کا آغاز کیا جاتا ہے۔

اپنائیت سے بھرپور مصافحہ

سامع سے ملاقات کا موقع ملے تو گرم جوشی اور اپنائیت سے بھرپور مصافحہ کریں۔ دراصل یہ اپنے سامعین سے ابتدائی رابطے (Primary Connection) کا ذریعہ ہوتا ہے۔ جتنا جان دار اور اپنائیت سے بھرپور مصافحہ ہو گا اتنا مضبوط رابطہ بنے گا۔اور آپ اپنے سامعین کو آسانی سے اپنی بات سمجھا سکیں گے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی بھی رابطے کو کمزور بنا دیتی ہے۔لہذا اعتدال اور حکمت سے کام لیا جائے۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

گفتگو کا ابتدائیہ

انگریزی کا ایک مقولہ ہے کہ آپ کا پہلا تاثر دراصل آپ کا آخری تاثر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ اپنی گفتگو کی ابتداء سے اپنے سامعین میں دلچسپی اور مقصدیت کا عنصر اجاگر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو سامع آپ کی بقیہ بات بھی نہایت توجہ سے سماعت کرے گا۔ لیکن اگر ابتدائی گفتگو ہی طویل، غیر موثر اور بے جان ہو تو بہت زیادہ امکان ہے کہ سامعین بقیہ گفتگو میں دلچسپی نہ لیں۔ اچھے داعی اپنی ابتدائی گفتگو کو اس قدر مؤثر بناتے ہیں کہ سامعین کی پوری توجہ اپنی طرف ایک کشش سے کھینچ لیتے ہیں۔ اور ان کو اپنی گفتگو میں پوری طرح شامل (Involve) کر لیتے ہیں۔ اس ضمن میں بہت سے کامیاب لوگ اپنی گفتگو کا آغاز سماجی زندگی کی کسی عمدہ مثال سے کرتے ہیں، کچھ لوگ کسی Video کا استعمال کرتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ اپنے لیکچر کا مقصد اس عمدگی سے بیان کرتے ہیں کہ سامعین اس لیکچر سے مستفید ہونے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں۔

باڈی لینگویج کا کردار

باڈی لینگویج میں جسم کی حرکات و سکنات چہرے کے تاثرات، آواز کا اُتار چڑھاؤ، ہر ایک سامع کو دیکھتے ہوئے اپنی طرف متوجہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مقرر اپنی پوری گفتگو کے دوران صرف ایک طرف کے لوگوں سے ہی نظر میں جما کر گفتگو کرتا رہے تو نہ صرف دوسری طرف کے لوگ اس کی گفتگو سے بوریت محسوس کریں گے، بلکہ جن سے مستقل طور پر نظر جما کر گفتگو جاری رکھی جائے گی وہ بھی کچھ دیر بعد ایک بے چینی کی سی کیفیت سے دوچار ہو کر گفتگو سے کٹ جائیں گے۔ (74)

الحاد کے تدارک کی علمی و شعوری حکمتِ عملی

اگر غور کیا جائے تو موجودہ دور میں صورتحال اتنی مایوس کن بھی نہیں ہے۔ ہمارے معاشروں میں تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ دین کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھتا جارہا ہے اور بالخصوص ذہین لوگ بڑی کثیر تعداد میں دین کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ تعلیم یافتہ افراد کی اخلاقی حالت بھی بالعموم غیر تعلیم یافتہ افراد سے نسبتاً خاصی بہتر ہوتی جارہی ہے۔ اہل مغرب میں بھی دوبارہ خدا کی طرف رجوع کرنے کا رجحان موجود ہے۔ یہ بات بعید از قیاس نہ ہوگی کہ جس طرح بیسویں صدی میں الحاد کو نظریاتی میدان میں شکست ہوئی، اسی طرح اکیسویں صدی میں ان شاءاللہ الحاد کو عملی میدان میں بھی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

شکست ہونے کا خاصا امکان موجود ہے۔ اس ضمن میں جو لوگ اللہ، رسول اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ان پر بھی چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر اہل ایمان ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ عمل کے میدان میں بھی الحاد کو شکست ہو گی۔

مذہب کی درست تفہیم و تشریح

سماجی و معاشرتی وجوہات کی بنیاد پر اور بالخصوص مذہبی رہنماؤں کے منفی کردار یا مذہب کی غیر عقلی اور شدت پسندانہ تعبیر کی بنیاد پر الحاد کی راہیں اختیار کرنے والوں کو مذہب کی جانب مائل کرنے کے لیے سب سے اولین ضرورت تو یہ ہے کہ ان کے سامنے مذہب کی درست تفہیم و تشریح پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے ساتھ انہیں اس جانب متوجہ کیا جائے کہ چند برے لوگوں کے اعمال اور ان کی بداخلاقی کسی مذہب یا پوری مذہبی فکر کی نمائندگی نہیں ہوتی چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اچھے اور باکردار لوگ مذہب اور اہل مذہب کی نمائندگی کرنے کے لیے آگے آئیں اور انہیں اس بات پر قائل کیا جائے کہ وہ مذہب کی صحیح نمائندگی کے لیے بجائے مذہب سے بیزار ہونے کے از خود بھی آگے بڑھ کر اس کی نمائندگی اپنے اچھے کردار اور اخلاق سے کر سکتے ہیں۔[75]

اہل علم اور صحبت صالح کا انتظام و انصرام

بعض لوگوں میں مذہب سے ذاتی طور پر بیزاری پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں اور مذہب چونکہ کئی اخلاقی جرائم پر پابندی عائد کرتا ہے لہذا وہ مذہب کو اس سلسلے میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس ضمن میں مزید غور کیا جائے تو مزاج کا یہی عصر حاضر میں آزادانہ جنسی تعلقات سمیت کئی اخلاقی برائیوں مثلاً ہم جنس پرستی کی ایک وجہ ہے۔ ملحدین کے اس گروہ کی اصل ضرورت دین کی روحانی دعوت کا پیش کرنا ہے یعنی انہیں اسلام کے روحانی نظام سے نہ صرف علمی طور متعارف کرایا جائے بلکہ عملی ماحول میں جوڑنے اور صالحین کی صحبت کا اہتمام بھی کیا جائے جس کی بدولت ان کی شخصیت میں اخلاقی برائیوں سے بچنے کا حقیقی محرک پیدا کیا جا سکے۔

مقاصد و اسرار شریعت سے آگاہی

الحاد کے فروغ میں نظریاتی عوامل کا بھی ایک اہم اور بہت بڑا کردار ہے۔ بعض لوگوں کے ذہن میں دوسروں کی باتیں سن کر یا بعض نفسیاتی کمزوریوں کے سبب از خود شبہات اور شکوک پیدا ہوتے ہیں اور وہ جلد ہی نفسیاتی طور پر اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں اگر تجزیہ کرنے کی صلاحیت کا

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

فقدان ہو یا پھر وہ کسی بناء پر تجزیہ کرنے کے عادی نہ ہوں تو ان کا ذہن اس مناسبت سے کئی قسم کے شکوک وشبہات کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور چونکہ وہ اپنی کنفیوژنز کا جواب نہیں تلاش کر پاتے تو وہ مذہب کی مخالفت کرنے لگتے ہیں۔

تجربے کی صلاحیت سے محروم ایسے ہی لوگوں میں سے بعض جن کا میدان تخصص سائنس ہو وہ سائنسی مضامین کی مخصوص علمی اپروچ اور طرز استدلال کا مطالعہ کرتے ہوئے جب مذہب کی تعلیم اور سائنسی حقیقت میں مطابقت نہیں دیکھتے غیر عقلی عقائد بھی اس کی ایک اہم مثال ہیں جسے وہ عقل کے خلاف دیکھتے ہیں تو کلی طور پر تمام مذاہب کے ہی مخالف ہو جاتے ہیں۔ایسے لوگوں کی حقیقی ضرورت اسلام کے عقائد اور افکار کو عقلی بنیادوں پر ثابت کرنا ہے، سائنس اور فزیکل سائنسز کی محدودیت، خلاف عقل اور ماورائے عقل امور میں فرق سمجھانا ان کی ضرورت ہے۔

علمی استدلال

بعض لوگوں کے والدین ملحد ہوتے ہیں جن کی تربیت میں رہتے ہوئے بچے بھی ملحد بن جاتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہونے والا شخص بند ہندو ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ غور و فکر کے بعد مذہب تبدیل نہ کر لے۔ ملحدین کے اس گروہ کی اصل ضرورت دین کی مکمل دعوت اور ان کے دومزاج کی رعایت رکھتے ہوئے اُن کے افکار کا علمی جواب مہیا کرنا ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی فکر یا فلسفے کو اپنی زندگی میں سب سے اولین اہمیت دیتے ہوئے اُس کی بنیاد پر اپنے اخلاقی وجود کی تعمیر کرتا ہے، چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس گروہ کے لوگوں کے افکار کا گہرا علمی مطالعہ کیا جائے، فلسفہ و جدید علوم سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کے اخلاقی رجحانات کو دیکھتے ہوئے ان تک خدا کے دین کی دعوت پہنچائی جائے۔[76]

فضلاء کی ذمہ داری

عصر حاضر کے ان بڑے فکری چیلنجز کا مقابلہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ علمائے امت چونکہ حدیث کے مطابق انبیاء کے وارث ہیں، اس لیے ان کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ہمارے فضلاء کو پانچ میدانوں میں ان تھک محنت کی ضرورت ہے:

(1) اسلامی علوم میں کامل رسوخ ومہارت

آج کے فضلاء کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی علوم میں مکمل مہارت اور کامل استعداد سے تہی دامن ہوتے ہیں جس کی بناء پر عصرِ حاضر کے فکری مسائل کا کما حقہ رد نہیں کر سکتے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ اور دیگر علوم میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

استعداد پیدا کی جائے۔اسلامی علوم پر مکمل گرفت ہی عہد حاضر کے پیدا کردہ اشکالات واعتراضات کے قابل اطمینانِ حل کا ذریعہ ہے۔اس کے لیے جہاں نصاب میں قابل ذکر تبدیلیوں کی ضرورت ہے وہاں مدارس میں ایسی فضاء بنانی چاہیے جس میں طلباء کو نصابی کتب سے ہٹ کر دیگر مراجع تک رسائی ہو،اور خارجی مطالعے کا ایک حوصلہ افزا ماحول میسر ہو۔(77)

(2)فرق وافکار کی تاریخ کا مطالعہ

اسلامی تاریخ میں پیدا ہونے والے مختلف فرقے اور متنوع افکار کے حاملین افراد و گروہوں کی تاریخ کا مطالعہ بھی بے حد ضروری ہے۔ خصوصاًان فرقوں کے رد کے لیے اسلاف امت کے مختلف مناہج، طریقہ کار اور طرزِ تردید کا ایک مبسوط مطالعہ کرنا چاہیے۔ فتنوں کے تعاقب میں اسلاف امت کے مختلف طبقات نے اپنے فہم واجتہاد کی بناء پر مختلف طرز اپنائے۔ محدثین کا منہج الگ تھا، متکلمین کا طرز اور تھا،صوفیاء کا طریقہ کار الگ تھا۔پھر ان کے اندر قابل قدر شخصیات کے اسالیب مختلف تھے۔ان سب سے باخبر رہنا ضروری ہے تاکہ موجودہ فتن میں مفید حل کی طرف رہنمائی مل جائے۔

(3)مغربی فکر وفلسفہ سے واقفیت

عصرِ حاضر کی جملہ فکری گمراہیوں کا شجرہ نسب کسی نہ کسی صورت میں مغربی فکر وفلسفہ سے ملتا ہے،اس لیے مغرب کا تحقیقی مطالعہ بھی بے حد ضروری ہے۔اس سلسلے میں مغربی افکار کی تاریخ،ارتقاءاور ان میں حالات واسباب کی بنا پر متنوع تبدیلیوں سے واقفیت ہونی چاہیے۔ مغرب سے ناواقفیت بسا اوقات فکری مسائل کو حل کرنے کی بجائے مزید الجھادیتی ہے۔

(4)عالم اسلام کی احیائی وفکری تحریکات کا مطالعہ

تقریباً پچھلے پانچ سو سال سے عالم اسلام روبہ زوال ہے اور مغرب ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔اس سلسلے میں عالم اسلام کے مختلف خطوں میں متعدد فکری واحیائی تحریکیں اٹھیں جن کا مقصد امت مسلمہ کو ان کا کھویا ہوا مقام دوبارہ دلانا تھا۔ان تحریکوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ان کے بانیوں کے حالات، تحریکوں کے مدوجزر، نشیب وفراز اور ناکامی یا کامیابی پر منتج ہونے کی وجوہات سے واقفیت ہونی چاہیے تاکہ موجودہ فطری چیلنجز سے نمٹنے میں ان غلطیوں سے بچنا آسان ہو جائے اور وہی غلطیاں دوبارہ نادہرائی جائیں جن کی وجہ سے کئی سو سال سے ہماری فکری وعلمی تحریکیں ناکام ہوتی آرہی ہیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

(5)عصر حاضر کے اسالیب تحریر و تقریر اور جدید علوم سے بقدر ضرورت واقعیت

آج عمومی طور پر ہمارے فضلاء کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ تقریر و تحریر کے جدید اسالیب سے نابلد ہیں۔آج کے محاورے، زبان، اصطلاحات اور جدید نسل کی علمی و ذہنی صحیح کے مطابق دین اسلام کے ابلاغ و تفہیم سے قاصر ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کمپیوٹر و ٹیکنالوجی سے مانوس نسل جب خطباء کے سامنے بیٹھتی ہے تو ان کی زبان سمجھ آتی ہے نہ ان کے طرز و اسلوب سے مانوس ہوتے ہیں جس سے دوری میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔اس کے علاوہ جدید علوم خصوصاً جدید علم سیاست، معیشت اور سوشل سائنسز کا بقدر ضرورت مطالعہ کرنا چاہیے، کیونکہ ان جدید علوم سے بے خبری بسا اوقات جدید نسل کے مسائل اور معاصر فکری آرا کو سمجھنے میں غلطی کا باعث بنتی ہے، اس کے لیے اصحابِ مدارس اور دین اسلام کا درد رکھنے والے مخلص جدید تعلیم یافتہ حضرات کو مل کر ایک عامہ فہم نصاب بنانا چاہیے جن سے ان علوم و افکار کے مبادیات سے بقدر ضرورت واقفیت میں مدد ملے اور وہ مزید مطالعہ و تحقیق کے بل بوتے پر ان علوم میں مہارت اور گہرائی پیدا کرنے پر قادر ہوں۔(78)

نتائج

1. الحاد کا آغاز مغربی ممالک میں ہوا، جہاں عیسائی رہنما معاشرتی تبدیلیوں کے مطابق مذہب کو اپڈیٹ نہ کر سکے۔
2. مذہبی اداروں میں پاپائیت کے رویے اور بے جا سختی نے مذہب بیزاری اور بغاوت کو جنم دیا۔
3. تحریکِ الحاد کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تدارک ممکن ہے۔
4. مذہب سے لگاؤ انسانی فطرت میں شامل ہے، لا مذہبیت کو وقتی معروضی حالات کی وجہ سے پنپنے کا موقع ملتا ہے۔
5. دنیا کا کوئی بھی خطہ ایسا نہیں جہاں کے لوگ کسی ذات کو بڑا سمجھ کر اس کے سامنے جھکتے نہ ہوں اس تصور کو امام شاہ ولی اللہ نے اخبات کا نام دیا ہے۔
6. اگر حالات سازگار ہوں اور اہل مذہب اپنا حقیقی کردار ادا کریں تو بھٹکی انسانیت کو خدا کے حضور جھکنے میں دیر نہیں لگے گی۔
7. مذہب کا انسان کی انفرادی زندگی میں اہم کردار ہے جسے اب لا مذہبی یورپ بھی تسلیم کر رہا ہے۔
8. مذہب کا انسانی اجتماعی زندگی میں اہم کردار ہے۔
9. دین اسلام نے بطور نظام انسانیت کے سلگتے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کا حل قرآن و سنت میں پیش کیا ہے اگر مذہب کو بطور نظام انسانی سوسائٹی میں غالب کیا جائے تو الحاد کا مستقل طور پر تدارک ممکن ہو سکے گا۔

سفارشات

1. علماء کو چاہیے کہ وہ نظریہ الحاد کا مطالعہ کھلے دل سے کریں اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں اس کے جوابات تیار کریں۔
2. اساتذہ اپنے لیکچرز میں خدا کی موجودگی اور توحید کے پیغام کو شامل کریں۔

CC BY

3. ہر موضوع کو توحید سے جوڑ کر سمجھائیں۔
4. نظریہ ارتقاء کے بارے میں صحیح تجزیہ پیش کریں اور اس کے جوابات عوام تک پہنچائیں۔
5. ردعمل کے بجائے پہلے سے فعال اور مثبت رویہ اپنائیں۔
6. اخبارات، رسائل، اور جرائد میں الحادی نظریات کی تردید میں تحقیقی مضامین لکھیں۔
7. سائنسی نظریات سے آگاہ علماء اپنے قلم سے الحادی نظریات کا جواب دیں۔
8. توحید کے علمبرداروں کے سوشل میڈیا پیجز بنائیں جو نہ صرف اپنا پیغام پہنچائیں بلکہ الحادی نظریات کے جوابات بھی دیں۔
9. سوشل میڈیا پر توحید کے ثبوت پر مبنی ویڈیوز بنائیں۔
10. حکومت کو چاہیے کہ درسی کتب کی نصاب سازی میں نظریہ ارتقاء کے بارے میں ناقدانہ مضامین شامل کرے۔
11. اساتذہ کی تربیت میں الحادی نظریات کے خلاف ذہن سازی کی جائے۔
12. اقوام متحدہ سے اپیل کی جائے کہ وہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ میں الحاد کے فروغ میں معاون دفعات کو ختم کرے یا مذہبی عقائد کا احترام رکھنے والی تبدیلیاں کرے۔
13. مذہبی اظہار رائے کی آزادی کی واضح حدود و قیود متعین کی جائیں۔
14. یہ تجاویز نظریہ الحاد کے چیلنج کے جواب میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔
15. مسلم سکالرز اور علماء کو اس فکری چیلنج کا جائزہ لے کر مثبت کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔
16. میڈیا کے بے قابو جن کو کچھ اصول اور ضابطوں کا پابند بنانا ضروری ہے۔
17. میڈیا کو مثبت سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔
18. سکول، کالج، اور یونیورسٹی لیول پر دینیات اور اسلامی مضامین کو منصوبہ بندی کے ساتھ لازم کرنے کی ضرورت ہے۔
19. نسل نو کی فکر کو قرآن وسنت کی روشنی میں تشکیل دینے کے لیے منطقی انداز میں اسلامی فکر کو پروان چڑھانا ضروری ہے۔
20. ایسے افراد، ادارے، اور فورم تیار کیے جائیں جو اس فکری چیلنج سے کما حقہ آگاہی اور مقابلہ کر سکیں۔

حوالہ جات

(1)فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروزسنز، لاہور، 2010، ص:114

(2)ابن المنظور، لسان العرب، بیروت، دارسدیر، 1414ھ، ج:03، ص:389

(3)Oxford Advanced Learner's Dictionary,Joanna Tumbull, Margaret Deuter, Jennifer Bradberry, Oxford University Press,1948,P:64

(4)الاصفہانی، ابو محمد الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت دارالقلم، 1412ھ، ص:737

(5)ویبسٹر کمپری، ہینسوڈکشنری، فرگوسن پبلیشنگ کمپنی، شکاگو، 2009ء، ص:91

(6) Atheism,A very short introduction, Oxford University Press,New York, 2003.

(7)السعدی، عبدالرحمٰن بن ناصر، تیسیر التکریم القرآن، https://ar.islamway.net/article/76262 /

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

[8]ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،عماد الدین،تفسیر القرآن العظیم، https://quran.ksu.edu.sa/tafseer/katheer/sura41-aya40

[9]ایضاً

(10)-Julian Baggini, Atheism: A very short introduction (New York: Oxford University Press, 2003) p:78

[11]القرآن،فصلت:40

[12]طبری ، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری ،جامع البیان عن تاویل القرآن ، https://quran.ksu.edu.sa/tafseer/tabary/sura41-ay140.html

[13]عثمانی،شبیر احمد،تفسیر عثمانی،دارالاشاعت،کراچی،ج:03،ص:371

[14]القرآن،الاعراف:180

[15]اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن،2009،ج:03،ص:399

[16]القرآن،الجاثیہ:24

[17]بخاری،محمد بن اسماعیل،جامع الصحیح،کتاب الدیات،باب من طلب دم امری بغیر حق،بیروت،دارالغرب الاسلامی،طبع:1998،حدیث:6882

[18]محمد دین جوہر،حافظ محمد شارق،محمد مبشر نذیر،الحاد اور جدید ذہن کے سوالات،الحاد ایک تعارف،کتاب محل،لاہور،ص:87

[19]ایضاً،ص:85

[20] https://www.facebook.com/answer.to.atheists/posts/2205075242856797? TN K-R Accessed.

[21]21-Mubashir Ali Zaidi, "Islam," Facebook, July 15, 2019, https://www.facebook.com/answer.to.atheists/posts/2205075242856797/

[22]حافظ وقاص خان، عصرِ حاضر میں مسلمانوں کو درپیش نظریہ الحاد کا فکری چیلنج اور اسلامی تناظر میں اس کا حل ,Al-Milal: Journal of Religion and Thought (AMJRT)

[23]محمد دین جوہر،الحاد ایک تعارف،ہم عصر الحاد پر ایک نظر،کتاب محل،لاہور،ص:86

[24]زین العابدین،ڈاکٹر منیر اطہر،پاکستانی معاشرے میں الحاد کے اسباب واثرات،الازہار،ج:07،شمارہ:02

[25]ایضاً

[26]محمد فیصل شہزاد، http://forum.mohaddis.com/threads/ , accessed on June 12, 2019

[27]مودودی،سید ابوالاعلیٰ مودودی،تنقیحات،اسلامک پبلیکیشنز لاہور،1998ء،ج:03،ص:11

[28]زین العابدین،ڈاکٹر منیر اطہر،پاکستانی معاشرے میں الحاد کے اسباب واثرات،الازہار،ج:07،شمارہ:02

[29]مودودی،سید ابوالاعلیٰ مودودی،تنقیحات،اسلامک پبلیکیشنز لاہور،2000ء،ص:306

[30]زین العابدین،ڈاکٹر منیر اطہر،پاکستانی معاشرے میں الحاد کے اسباب واثرات،الازہار،ج:07،شمارہ:02

[31]محمد دین جوہر،حافظ محمد شارق،محمد مبشر نذیر،الحاد ایک تعارف،ہم عصر الحاد پر ایک نظر،کتاب محل،لاہور،ص:86

[32]سندھی،عبید اللہ،شعور وآگاہی،(افکار مولانا عبید اللہ سندھی)،رحیمیہ مطبوعات،2021ء،ص:45

[33]عبد القدیر،مفتی،کلمۃ العزیز،ماہنامہ العزیز،چشتیاں،ج:06،ش:06،مئی:2016،ص:02

[34]رائے پوری،شاہ عبد القادر رائے پوری،مولانا،ارشادات،رحیمیہ مطبوعات لاہور،2014،ص:176

[35]ایضاً،ص:177

[36]القرآن،البقرہ:258

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
October 30, 2025

(37) القرآن،النازعات:24

(38) القرآن،فصلت:40

(39) بدوی،عبدالرحمٰن، من تاریخ الالحاد فی الاسلام، سینا للنشر،القاہرہ مصر،1993ء،ص:07

(40) محمد دین جوہر،حافظ محمد شارق، محمد مبشر نذیر،الحاد ایک تعارف،ہم عصر الحاد پر ایک نظر،کتاب محل،لاہور،ص:28

(41) القرآن،البقرہ:34

(42) مودودی،سید ابوالاعلی مودودی،اسلامی نظام اور مغربی لادینی جمہوریت،اسلامک پبلیشنگز،لاہور،1977ء،ص:11

(43) تقی امینی،مولانا محمد تقی امینی،لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر،مکی دار الکتب لاہور،1992،ص:50

(44) حافظ وقاص خان، عصرِ حاضر میں مسلمانوں کو درپیش نظریہ الحاد کا فکری چیلنج اور اسلامی تناظر میں اس کا حل,Al-Milal: Journal of Religion and Thought (AMJRT)

(45) ایضاً

(46)4-Gustave E. Von Grunebaum, Medieval Islam: A Study in Cultural Orientation (New York: Chicago University Press, 1946), 143.

(47) عمری،سید جلال الدین عمری،انکار خدا کے نتائج، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ،1984ء،ص:05

(48)) زین العابدین،ڈاکٹر منیر اطہر، پاکستانی معاشرے میں الحاد کے اسباب واثرات،الازہار،ج:07,ش:02

(49) شعیب ملک،الحاد اور اسلام،ایک عصری گفتگو،(ابو ظبی،کلام ریسرچ اینڈ میڈیا،2018ء

(50) ڈاکٹر حسیب احمد خان،خدا کی ضرورت اور الحادی اقدار،ماہنامہ آگاہی فکر و نظر،ج:02،ش:03،جنوری تا فروری 2024

(51) ایضاً

(52) مجید،عمر،نقد الدین،والعلمانیہ،بیروت،المرکز الثقافی العربی،2018ء،ص:07

(53) القرضاوی،یوسف القرضاوی،اسلام اور سیکولرازم،مترجم: ساجد الرحمن صدیقی،عالمی ادارہ فکر اسلامی،اسلام آباد،1981ء،ص:109

(54) ڈاکٹر خالد علوی،اسلام کا معاشرتی نظام اور جدید معاشرتی نظریات،الفیصل ناشران وتاجران کتب،2004ء،ص:503

(55) نجم یوسف،الالحاد فی الفکر الاسلامی، بین النظریۃ والتطبیق،الخرطوم،دار الھدی،2011ء،ص:13

(56) ایضاً،ص:10

(57) قاری محمد طیب، دینی تمدن کی تشکیل نو، شاہ ولی اللہ فاؤنڈیشن، ملتان، ص:04

(58) الاصفہانی، حسین بن محمد راغب اصفہانی،المفردات فی غریب القرآن،المطبعۃ البہیۃ، مصر،1304ھ،ص:181

(59) ابن المنظور، محمد بن مکرم ابن المنظور، لسان العرب، بیروت، دار الکتب العلمیہ،2003ء،ص:394

(60) القرآن،النحل:36

(61) حافظ محمد سرور،ڈاکٹر مستفیض علوی،انسانی زندگی میں مذہب کا کردار،ایک تجزیاتی مطالعہ، مجلہ القمر،ج:03،ش:01،جنوری تا جون 2020ء

(62) ایضاً

(63) خلیل الرحمٰن،ڈاکٹر محمد محسن ممتاز،انسانی زندگی میں مذہب کا کردار،قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ، حرفِ سخن،ج:07،ش:04

(64)-Muhammad Ighat The Reconstruction of Religious Thought in lalans (London: Oxford University Press, 1954),145

(65) القرآن،المائدہ:67

(66) القرآن،النحل:125

(67) ندوی،سید سلیمان ندوی،دینی دعوت کی حکمت عملی،شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن،ملتان،ص:04

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: October 30, 2025

(68) ڈاکٹر خالد علوی، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہج دعوت، دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد، 2005ء، ص:5,6

(69) القرآن، الانعام:68

(70) بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یسروا ولا تعسروا، بیروت، دار الغرب الاسلامی، طبع 1952، حدیث:6125

(71) نسائی، محمد بن شعیب اشعث، سنن النسائی، کتاب المیاہ، باب: التوقيت في الماء، بیروت، دار الغرب الاسلامی، طبع 1998ء، حدیث:331

(72) القرآن، الاعراف:67

(73) القرآن، طہ:44

(74) اسد اقبال، دعوت کی حکمت اور تقاضے، عزم سیریز نمبر 217، جنوری 2017، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ملتان

(75) محمد دین جوہر، حافظ محمد شارق، محمد مبشر نذیر، الحاد ایک تعارف، ہم عصر الحاد پر ایک نظر، کتاب محل، لاہور، ص:167

(76) ایضاً، ص:168 تا 171

(77) سمیع اللہ سعدی، موجودہ دور کے فکری چیلنجز اور فضلاء کی ذمہ داری، ماہنامہ الشریعہ گوجرنوالہ، ج:26، ش:11، 2015ء

(78) ایضاً

OPEN ACCESS